

## پیش لفظ

”شیطان صاحب“ سے ملاقات کجئے۔ ابن صفی کے قلم سے نکلے ہوئے طنز و مزاج سے بھر پوری شہ یارے یقیناً آپ کے ذوق معيار پر پورا اتریں گے۔

ابن صفی ایک شخص کا نام نہیں، جاسوی ادب کی مکمل تاریخ کا نام ہے۔ ابن صفی وہ پہلا اور آخری ناول نگار ہے جس کی اچھوتی اور شفاقت تحریروں نے لاکھوں افراد کا دل موسہ لیا۔

جاسوی ادب سے ہٹ کر طنز و مزاج کے میدان میں بھی ابن صفی ارد و ادب کے لقہ اور معتبر ادیبوں کی صفت میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ تحریریں اس کا بین بہوت ہیں۔ ایک صاحب کی رائے میں ”اگر وہ (ابن صفی) سمجھیگی سے مزاج نگاری کی طرف متوجہ ہوکر تو آج شفیق الرحمن اور کریم محمد خان کے بین بین بہیں ہوتے۔“

”ایک رات“ میں ابن صفی نے مغربی تہذیب کی پروارہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کی لعنتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے اس کے ایک تاریک پہلو کو اپنے مخصوص انداز میں بڑی خوبصورتی سے بے نقاپ کیا ہے۔

”فار“ و ”خوبی“ کے کتنے اور گندھے پر ایک خوبصورت طنز یہ تحریر ہے۔ آپ کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹوں کے پھول کھلا دے گی۔

”تجسس کی ناک“ کے معصوم جذبے اور کچے ذہن میں الہتے ہوئے نہ سوال آپ کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیں گے۔

”حقوق و فرائض“ جیسے مختلف موضوع کو اس طرح ابن صفی کے قلم نے سطر سلطنتی عطا کی ہے۔ یہ اپنی کا حصہ ہے۔ اس میں دکھائے گئے آئینے میں کئی بڑے افسانہ نگاروں کے چہرے صاف نظر آئیں گے۔

”جگانے والے“ وہ لوگ جو دوسروں کو جگانا چاہتے ہیں خود کہاں تک بیدار ہیں۔ ابن صفی کا یہ طنز یہ مضمون ایسے افراد کے دو غلے پن کی نقاب کشاںی کرتا ہے۔

اگرچہ یہ مضمایں ابن صفی نے طویل عرصہ قبل ”طغیر فرغان“ کے نام سے لکھے تھے مگر ان میں جملکنے والا ”کھیلا پن“ اور ”زہریلا پن“ آپ کے لئے خوشگوار حیرت کا باعث ہو گا۔ تحریریں پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے موجودہ دور کے لئے ہی لکھی گئی ہوں۔ ادیب کی خوبی ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ آنے والے دنوں کو محسوس کرے۔ ابن صفی کی یہ خوبی بدرجہ اتم موجودتی۔

اور آخر میں ابن صفی کی شاعری کا انتخاب۔۔۔ ابن صفی کی شخصیت کا ایک اور لطیف اور ناک رخ جو ذہنوں کے کئی نئے درستیں واکرنے کا باعث بنے گا۔۔۔ یہ ابن صفی کی قلبی وارداتیں جو آپ کے شعری ذوق کا تسلیم کا باعث بنتیں گی۔

# عنوانات

- ۱۔ ایک رات
- ۲۔ شیطان صاحب
- ۳۔ میری سوانح عمری
- ۴۔ تجسس کی ناک
- ۵۔ رسولوں کے اسرار
- ۶۔ فرار
- ۷۔ حقوق و فرائض
- ۸۔ قواعد اردو
- ۹۔ اخلاقی نامہ
- ۱۰۔ جگانے والے
- ۱۱۔ ایک یادگار مشاعرہ
- ۱۲۔ میں اس سے ملا

## حصہ نظم

انتخاب ابن صفی

## ایک رات

”ویکھو ویکھو..... وہ رہا..... جانے نہ پائے..... ابے مار۔“

رائفل سے شعلہ لکلا..... فائز کی آواز آئی اور وہ چار دیواری پھلانگ کرنکل بھاگا۔

”لاحوال ولاقوة..... پھرنکل گیا..... ابے تو تو اندھا ہے اندھا“ خان بہادر صاحب گر جے۔

نصیرا بھنا کر رہ گیا..... تیس مارخان بننے ہیں تو خود ہی کیوں نہیں مار دیتے مجھے کیوں رائفل تمہادیتے ہیں۔

”مگر سر کار وہ سامنے کب تھا۔“

”ہاں ہاں وہ سامنے بھی آئے گا جیسے رائفل کی گولی نہیں پڑا خاہے۔ الوکے پٹھے مت بکو“ سرکار نے جھلا کر کہا اور الوکے پٹھے نے سرجھ کا لیا۔

”میں کہے دیتا ہوں آج اس سالے کو ختم ہو جانا چاہیے ورنہ تمہاری خیر نہیں۔“ خان بہادر صاحب نے پوری گیوکی طرف مڑتے ہوئے کہا۔  
نصیرا کا دل چاہا کہ برآمدے میں بیٹھی ہوئی کتھی رنگ کی اسٹینگل کتیا ہی کو ختم کر دے جس کی وجہ سے وہ ایک ہفتے سے گالیاں ہی منتظر چلا آ رہا تھا..... اسکی کئی راتیں اس کی وجہ سے خراب ہو چکی تھیں۔

اور آج رات بھی چین سے سونا اسے دشوار ہی نظر آ رہا تھا۔ نصیرا پام کے بڑے گملے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا..... خان بہادر صاحب برآمدے میں بیٹھے کتیا کی پیٹھ سہلار ہے تھے..... نومبر کی رات تھی۔ دو دن پہلے بارش ہو چکی تھی۔ نصیرا کو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے کان بے جان ہو گئے ہوں..... خان بہادر کے حکم سے اس نے آج پہشا ہوا مفلر بھی اپنے کانوں پر نہ پیٹھا تھا تاکہ آہٹ صاف سنائی دے..... سردی سے بچنے کے لئے اس نے ایک بیڑی سلگائی اور لمبے لمبے کش لینے لگا.....

”ابے او گدھے کے بچے“ خان بہادر صاحب نے برآمدے سے لکا کر کہا ”اب تو ضرور آئے گا..... بیڑی بھادے..... اور وہاں سے ہٹ کر ماتی کی جھاڑیوں کے پیچھے دب ک جا۔“

نصیرا نے دل ہی دل میں گالیاں دیتے ہوئے جلتی ہوئی بیڑی بھاڑ میں پر گڑ دی اور ماتی کی جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا..... یہاں تک ٹیک لگانے کی جگہ بھی نہ تھی..... اور پھر سردی۔ سربز جھاڑیوں کی خنک سیلی ہوئی زمین کی خندک..... سر پر کھلا آسان..... وہ رائفل کو گود میں رکھ کر اکڑوں بیٹھ گیا..... رائفل کی خندکی خندکی نال اس کی رانوں سے چپک گئی۔ اس نے اپنے برسوں پرانے گرم کوت کا کارکار کانوں کے برابر اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے دبایا۔

خان بہادر صاحب نے کسی سے کہا ”ذر امیرا کمل تودے جانا..... اور وہ تنکے کے نیچے کتاب ہو گی اسے بھی لیتے آنا۔“

ہا سالے تم تو قبر ہی میں چین سے سوؤ گے..... نصیرا سوچنے لگا..... اسے نیند نہ جانے کیوں نہیں آتی..... ڈاکٹر پڑا کڑا تے ہیں، کوئی اللہ کا بندہ زہر نہیں پلا دیتا..... سو جائے چین سے..... بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں..... بیمار ہیں..... کیا بیمار ہیں؟..... نیند نہیں آتیں..... یہاں کھانے کھانتے مرجاؤ..... بخار میں جلتے جلتے کباب ہو جاؤ مگر کوئی یہ نہ کہے گا کہ بیمار ہو..... کچھ نہیں زکامی حرارت ہے..... کھٹائی مشھائی ہو گئی اسی لئے کھانسی آ رہی ہے..... کوئی خاص بات نہیں۔ ہات تھا ری کھٹائی مشھائی کی..... سالا سر پر سوار ہے..... بیڑی بھی بھجوادی..... افوه کتنی سردی

..... وہ اور سکر گیا۔

سرڑک پر کتوں کے دوڑ نے کی آواز آئی۔ اور اس نے رائفل سنپھال لی۔ برآمدے میں بیٹھی ہوئی کتیا ”چوں چوں“ کرنے لگی۔  
خان بہادر صاحب کی آواز آئی ”لوی۔ لوی۔“

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com> کرتیا اور زور سے ”چوں چوں“ کرنے لگی۔

نصیرا کے ہونٹوں پر گالی آتے آتے رہ گئی۔ وہ سوچنے لگا۔ ہاں دلا سدیتے جاؤ اپنی نانی کو۔ اگر آج بھی اس سالے پر ہاتھ نہ لگا تو کل زہر ہی پلا دوں گا تمہاری چیختی کو چاہے پھر جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ وہ تو بابا کی وصیت یاد آ جاتی ہے ورنہ بھی کا اس نوکری پر لات مار کر چل دیتا۔ کام بن جائے تو انعام نہیں، بگڑ جائے تو گالیاں کھاؤ۔

<http://www.kitaabghar.com>

”ابے سور ہا بے کیا؟“ خان صاحب کی گرداب آواز سنائی دی۔  
”نہیں تو،“ نصیر سنجھل کر بولا۔

”نہیں تو کے بچے..... ذرا ہوشیاری سے۔“

اس کا دل چاہا کہ کھڑکے ہو کر خان بہادر کو رائفل کھینچ مارے۔ اسے اپنے آباؤ اجداد پر غصہ آگیا جو خان بہادر کے آباؤ اجداد کے گلزوں پر پل کر داگی غلامی کی بنیاد ڈال گئے تھے۔ اسے اپنے باپ کے الفاظ یاد آگئے جو اس نے مرتبے وقت کہے تھے، ”بیٹا اس گھر کے ہمیشہ وفاوار رہنا یہیں ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں پلی ہیں۔“ کبھی خود کو تխواہ دار نوکر نہ سمجھنا۔ تم اس گھر کے پالک ہو۔ ہم اس گھر کے پالک ہیں۔ کلاو بھی تو ڈپٹی صاحب کے گھر کا پالک ہے۔ چھایا ہوا ہے سارے گھر پر کیا مجال کوئی چوں تو کرے۔ نوابوں کی طرح گھر سے لفتا ہے۔ ایک ہم ہیں۔ نہ پیٹ بھر کھانا نہ بدن پر کپڑا۔ سردی میں بیٹھنے تک رہے ہیں۔ اس پر سے گالیوں کی بوچھاڑ۔ مرنے والے مر گئے اور یہاں وہاں چھوڑ گئے۔ ہات تیری وصیت کی۔ کہیں اور جا کر کما کھائیں گے۔ تھوڑا بہت لکھ پڑھ لیتے ہیں کسی چلکی گھر پر غشی گیری ہی کر لیں گے۔ لوگ غشی جی تو کہیں گے۔ یہاں تو بس انصیرا۔ ابے انصیرا۔۔۔!

”ابے بیڑی پینے لگا کیا؟“ خان بہادر صاحب چلائے۔

”نہیں تو،“ اس نے کھنکار کر کہا۔  
”پھر وہی نہیں تو،“ خان بہادر صاحب جھلا کر بولے ”ابے تجھے بات کرنا کب آئے گا۔“

”جب تم جہنم رسید ہو جاؤ گے۔“ نصیر نے دل میں کہا اور دانت پینے لگا۔ ناک میں دم کر رہا ہے۔ سردی کے مارے جان نکلی جا رہی ہے۔ اور اس پر سے خواہ مخواہ کی ڈانت پھٹکا رہا۔ نہ جانے کب تک یوں ہی بیٹھا رہنا پڑے۔ بیڑی بھی نہیں پینے دیتا۔ کیا کیا جائے۔ دھنٹا ایک خیال اس کے ذہن میں چمک اٹھا۔

”سرکار برآمدے میں جو ہی جل رہی ہے کہیں اس سے بھڑک نہ جائے اور ایک فائز بھی ہو چکا ہے۔“ نصیر نے جھاڑیوں سے سرا بھاڑ کر کہا۔

”اچھا!.... اب مجھے منطق پڑھانے چلے ہیں،“ خان بہادر نے گرج کر کہا ”لوہتی تو بجاۓ دیتا ہوں مگر میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ کام چور کہیں کا۔“

”ارے تم یہیں پر فون ہو جاؤ۔ شیطان کے بچے۔“ اس نے دل میں کہا اور جھنچھلاہٹ میں اپنے بال نوچنے لگا۔ برآمدے میں اندر ہیرا ہو گیا اور کتیا پھر ”چوں چوں پیاواں پیاواں۔“ چوں چوں“ کرنے لگی۔

”لوی۔ لوی۔“ خان بہادر صاحب نے چکارا۔۔۔

بوزھا ہو گیا مگر عقل نہ آئی۔ وہ سوچنے لگا۔ ارے چلائے گی نہیں تو وہ سالا آئے گا کیسے۔ ابھی کہہ دوں تو والف ہو جائے۔۔۔۔۔

واقعی یہ کہ اس کے لئے ایک مستقل عذاب ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا بس چلتا تو پہلے اسی کو گولی مار دیتا۔ خان بہادر صاحب نے اپنی محل کا پورا جوڑا خریدا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد کتنا ایک حادثہ کا شکار ہو کر چل بسا اور کتنا اکیلی رہ گئی۔ خان بہادر صاحب چاہتے کہ کہیں سے کوئی نجیب الطرفین قسم کا اپنی محل مل جائے تو خرید لیں ورنہ قرب و جوار کے دلی آوارہ کتوں کی بن آئے گی۔ لیکن انہیں کوئی نجیب الطرفین کتنا مل سکا اور کاتک شروع ہو گیا۔۔۔۔۔ ہوا وہی جس کا ذر رہا۔۔۔۔۔ کئی کہتے ان کے پاکیں باعث کی چہار دیواری کے گرد منڈلانے لگے۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک جو بہت ہی مشاق قسم کا عاشق معلوم ہوتا تھا اپنی محل کتنا کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔۔۔ شروع شروع میں سڑک پر کھڑے ہو کر فلمی گانے گئے۔۔۔۔۔ اس کے بعد آنکھوں ہی آنکھوں میں پیام وسلام ہوئے اور پھر کتنا برآمدے سے اٹھ کر پھاٹک تک آنے لگی۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر خان بہادر صاحب کو بہت تشوش ہوئی اور انہوں نے حکم دے دیا کہ کسی پھاٹک کو کھلانہ رہنے دیا جائے۔۔۔۔۔ مگر وہ تھا لوہے کی سلاخوں کا پھاٹک۔۔۔۔۔ اور سلاخیں اتنے فاصلے پر جڑی ہوئی تھیں کہ دونوں ان میں سے منہ نکال کر ایک دوسرے کو بے آسانی سونگھے سکتے تھے۔۔۔۔۔ خان بہادر صاحب اچھی طرح جانتے تھے کہ سونگھنے سے محبت بڑھ جاتی ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے کتنا کو باندھ کر رکھنا شروع کیا مگر کتنا نے چیخ چیخ کر پوری کوٹھی سراہٹا۔۔۔۔۔ مجبوراً پھر کھول دینا پڑی اور پھر دونوں کا معاشرہ شروع ہو گیا۔۔۔۔۔ خان بہادر صاحب کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے۔۔۔۔۔ انہیں اپنی کتنا سے ایسی امید نہ تھی۔۔۔۔۔ مگر کتنا کا اس میں کیا قصور۔۔۔۔۔ وہ تو اس کمکخت کے ہی کو حفظ و مراتب کا خیال رکھنا چاہیے تھے۔۔۔۔۔ کہاں اپنی محل کتنا اور کہاں دلیسی دم کھانا کتا۔۔۔۔۔ نہ دم بلانے کی تمیز اور نہ بھونکنے کا سلیقہ۔۔۔۔۔ بے ہنگم۔۔۔۔۔ جغادی۔۔۔۔۔ بد تمیز۔۔۔۔۔ بد سلیقہ۔۔۔۔۔ بھونکتا تو ایسی جھنکار پیدا ہوتی جیسے پھیپڑوں میں منوں بلغم اکٹھا ہو۔۔۔۔۔ جب کئی ہوئی دم ہلاتا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی کسی کو ٹھینکا دکھار ہا ہو۔۔۔۔۔

کچھ دنوں تک دور ہی دور کے رومان بازی ہوتی رہی۔ آخر ایک دن کتے کو جوش آئی گیا۔۔۔۔۔ ممکن ہے اپنی محل کتنا نے غیرت دلانی ہو۔۔۔۔۔ رات کا وقت تھا خان بہادر صاحب برآمدے میں کھڑے کسی مہماں کو رخصت کر رہے تھے۔۔۔۔۔ انہوں نے کتے کو چھوٹ اونچی دیوار پھلانگ کر اندر آتے دیکھا۔۔۔۔۔ گھبراہٹ میں دوڑ پڑے۔۔۔۔۔ ٹھوکر کھائی اور سیر ہیوں سے لٹھک کر پورنیکوں میں آرے۔۔۔۔۔ کتے نے چھلانگ لگائی اور نکل بھاگا۔۔۔۔۔

لوگوں نے لپک کر خان بہادر صاحب کو اٹھایا۔ زیادہ چوٹ بھی آتی تو انہیں پرواہ نہ ہوتی۔۔۔۔۔ کیونکہ معاملہ برآہ راست اپنی محل کتنا کا تھا۔۔۔۔۔ اگر خدا نخوا سہ کتنا "خراب" ہو جاتی تو کیا ہوتا۔۔۔۔۔ وہ تو خدا کو کچھ اچھا ہی کرنا منظور تھا جبھی تو ان کی نظر پڑ گئی ورنہ انہیں کیا معلوم ہوتا کہ رات کو پاکیں باعث میں کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے فوراً طے کر لیا کہ اختیاطی تدبیر شروع کر دی جائیں۔۔۔۔۔ نصیراً کو رانفل دی گئی اور سمجھا دیا گیا کہ جیسے ہی کتنا کمپاؤندھ میں ضرور آتا مگر رانفل کی زد پر نہ آتا۔۔۔۔۔ دو ایک فائر ہو جانے پر وہ اور چوکنار ہنے لگا تھا۔۔۔۔۔ مگر تھا بڑا بے جگر۔۔۔۔۔ کوئی اور کتنا ہوتا تو ایک ہی بار رانفل کی آوازن کر ادھر کا رخ نہ کرتا۔۔۔۔۔ مگر وہ رے کتے عاشق ہوتا ایسا ہو۔۔۔۔۔ کیا مجال کہ کسی رات کو ناغہ ہو جائے۔۔۔۔۔ اور پھر ایک بار نہیں چار چار چھپے بار۔۔۔۔۔ ابھی فائر ہوانکل بھاگا۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد پھر موجود نہ ہوا خان بہادر صاحب کے گھر میں کوئی اہل دل۔۔۔۔۔ ورنہ اس کتے سے سبق لیتا۔۔۔۔۔ ایک ہم انسان ہیں کہ جو توں کے ڈر سے "طواف کوچہ جاناں" سے توبہ کر لیتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک وہ کتنا تھا کہ گولیوں سے بھی خوف نہیں کھاتا تھا۔۔۔۔۔ اسی لئے تو گورے لوگ کتوں کو اس قدر عزیز رکھتے ہیں اور کالے آدمیوں سے نفرت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ کالے آدمی جو ایک اپنی محل کتنا کے لئے ایک دلیسی کتے کا خون نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ کالے آدمی جنمیں سردوی لگتی ہے۔۔۔۔۔ کالے آدمی جنمیں ایک مہذب کتنا کے لئے اپنی راتوں کا خراب ہو جانا کھل جاتا ہے۔۔۔۔۔ خان بہادر صاحب بالکل کالے نہ تھے۔۔۔۔۔ اسی لئے تو خان بہادر تھے۔۔۔۔۔ کالا آدمی قطعی بہادر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ چاہے خان ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ خان بہادر کا لئے نہیں تھے انہیں اپنی محل کتنا عزیز تھی اور دلیسی کتوں سے نفرت کرتے تھے۔۔۔۔۔ دلیسی کتے! جنمیں نہ بھونکنے کا سلیقہ نہ دم بلانے کی تمیز۔۔۔۔۔ اور یہ دلیسی کتنا تو ان

کی اچھی نسل کی کتیا کو ”خراب“ کر دینے پر تلا ہوا تھا..... بالکل ناقابل برداشت..... خان بہادر صاحب اپنے غم و غصہ کے اظہار کے سلسلے میں قطعی حق بجانب تھے..... یہ اور بات ہے کہ خود کتیا کے دل میں با غیانہ خیالات جنم لے رہے ہوں..... وہ اس ”سامجی“ بندش پر دل ہی دل میں جھلائی ہو..... خان بہادر صاحب کی جا گیر دارانہ ذہنیت، پر تاؤ کھاری ہو جالانکہ اسے تاؤ کے بجائے صرف پلاؤ کھانا چاہئے..... کیونکہ پلاؤ زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے..... اگر آدمی کو پلاؤ نہ میسر ہو تو کتیا پانے کا خیال ہی نہ پیدا ہو سکے۔

<http://www.kitaabghar.com>

نصیر اونگھٹارہا..... اور اونگھٹنے کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا..... وہ اتنی ”اوچی“ باتیں بھی تو نہ سوچ سکتا تھا کہ سوچ ہی سوچ کر بدن میں کچھ گرمی آتی..... ”اوچی“ باتیں سوچ سکتا تو سردی میں کتامارنے کی بجائے میری طرح لحاف میں گھس کر افسانہ لکھتا اور فرائید کو مغربی افسانہ نگار سمجھ کر گالیاں دیتا..... محس اس لئے کہ بہت سے لکھنے والے اسے یہی سمجھ کر گالیاں دیتے ہیں.....

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

وھٹا خان بہادر صاحب کو کھانسی آئی..... غالباً وہ بھی اونگھ رہے تھے۔ کیونکہ کھانسی کے بعد ہی انہوں نے ”نصیر اول لاکارا“ ابے سورہا ہے کیا؟“

کتاب گھر کی پیشکش

.....

”آج مارہی لے اسے..... ورنہ شامت آجائے گی تیری“۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

نصیرا خاموش رہا..... جواب ہی کیا دیتا..... دراصل اس کی یہی ادا خان بہادر صاحب کو بے حد نا گوار تھی..... وہ جواب چاہتے تھے اپنی باتوں کا..... انہیں نصیرا کا یہ رویہ بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے خاموشی کی زبان میں کہہ رہا ہو ”جواب جاہل باشد خاموشی“..... حالانکہ خان بہادر صاحب جاہل نہیں تھے۔ انہوں نے آسکفود یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی تھی اور پچھے عرصہ تک جنمی میں بھی رہ چکے تھے..... انہوں نے مغربی ممالک کے نوکر بھی دیکھے تھے..... نہایت چاق و چوبند..... زندہ دل حاضر جواب..... تیز جواب..... ایک دن پیرس کے ہوٹل میں ناشستہ کر رہے تھے..... ویٹر سے کسی مشہور ہوٹل کے متعلق پوچھ بیٹھے..... مسکرا کر بولا ”معاف کیجئے گا! آپ کا سوال انتہائی احتمانہ ہے“..... خان بہادر صاحب کو فوراً خیال آگیا کہ انہیں یہ چیز پسند تھی..... جہاں تک ان کا اور ان کے گھروالوں کا تعلق تھا وہ قریب قریب بالکل مغربی تھے..... مگر افسوس انہیں مغربی طرز کے نوکر نہ مل سکے..... ہندوستان میں مغربی نوکر کا خیال احتمانہ نہیں بلکہ قطعی غیر مغربی تھا کیونکہ یہاں مغربی قسم کی چیز صرف گلزاری کمشنزی ہو سکتی تھی۔ لہذا وہ مغربی نہیں بلکہ مغربی طرز کا نوکر چاہتے تھے۔ لیکن یہ چیز بھی ناممکن تھی کیونکہ مغربی طرز کے لوگ ”نوکری“ کی بجائے کلرکی کے قائل ہیں۔ بہر حال ان کی یہ تمنا کبھی پوری نہ ہو سکی..... غالباً وہ نصیرا سے بھی مغربی طرز کی بے تکلفی چاہتے تھے..... اور نصیر اکوڈر تھا کہ کہیں واقعی وہ کسی دن بے تکلفی پر آمادہ نہ ہو جائے..... اس وقت کی سردی اور خان بہادر صاحب کی نکتہ چینیوں نے اسے بہت زیادہ بہم کر دیا تھا..... اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اسی رائفل سے اپنا ہی قصہ پاک کر ڈالے۔

خان بہادر صاحب کھانسے کھانسے اچاک رک گئے غالباً انہوں نے سفید کتے کو چہار دیواری پھلانگ کر آتے دیکھ لیا تھا..... نصیر نے آہستہ سے رائفل سیدھی کی کی نشانہ لیا..... اور فائر کی آواز کے ساتھ ہی کتے کی بیبت ناک چیخ نہائی دی۔

”کیا ہوا؟“ خان بہادر صاحب پیچے۔

”مار لیا“ نصیرا کی آواز میں بے شمار سرتوں کی کپکپاہٹ تھی.....

خان بہادر صاحب نے برآمدے کی بجلی جلائی اور کپاٹنڈ کی طرف لپکے..... توتپے ہوئے کتے نے آخری جست لگائی اور منہ پھیلا کر دم توڑ دیا۔

”سال نہیں تو“ خان بہادر صاحب نے کہا اور نثارج کی روشنی میں جھک کر گولی کا نشان دیکھنے لگا.....

کسی نے پھاٹک ہلا�ا.....

”بی بی جی ہوں گی.....شاپنگ سینما دیکھنے کئی تھیں،“ نصیرا نے رائفل کی نالی سے کارتوں نکالتے ہوئے جواب دیا۔  
”ابے تو جا کر کھولا کیوں نہیں؟“ - خان صاحب گر جے۔

پھاٹک کھلا.....خان بہادر کی صاحب زادی کسی مرد کے ساتھ کپاڈ میں داخل ہوئیں۔  
”دیکھا شی.....آج مارہی لیا اسے“ خان بہادر صاحب یہ کہتے ہوئے ادھر لپکے۔

”اوہ.....ڈیڈی! یہ ہیں مسٹر شید مس فریدہ کے بھائی میرے کلاس فیلو،“ شی نے اجنبی کی طرف دیکھ کر کہا۔  
نصیرا نے رائفل سیدھی کر لی۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے خان بہادر صاحب کہیں گے۔  
”ابے ماڑ“.....مگر خان بہادر صاحب نے قدر بے جھک کر ہاتھ ملاتے وقت صرف دانت نکال دیئے۔

☆☆☆

# کتاب گھر کی پیشکش شیطان صاحب

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

زیدان صاحب نے لاہوری میں مشاعرہ جما رکھا تھا۔ اس نے مجبوراً مجھے ڈرائیک روم کا رخ کرنا پڑا۔ میں آج کسی سے ملنا نہ چاہتا تھا۔ نوکروں کوتا کید کر دی کہ وہ ہر آنے والے کو حسن و خوبی ٹال دیں۔ بات دراصل یہ تھی کہ میں ”ڈائیک جہنم“ پڑھ رہا تھا۔ مجھے افسوس تھا کہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر ایک ایسی فنکارانہ تخلیق سے محروم رہا۔ لہذا میں نے انتقام آیا طے کر لیا تھا کہ جب تک کتاب ختم نہ ہو جائے گی دنیا والوں کی صورت نہ دیکھوں گا۔ شعرائے کرام کی آوازیں ڈرائیک روم تک پہنچ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک جھنجلا تارہا، مگر کتاب کھولتے ہی ایسا محسوس ہو نے لگا جیسے سب کے سب ”ڈائیک جہنم“ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیئے گئے ہوں۔ نہ جانے کب تک پڑھتا رہا۔ اچانک ایک عدد زوردار آداب عرض سے چونک پڑا۔ ڈرائیک روم میں ایک اجنبی کا اتنا پراسرار داخلہ میرے لئے اگر موت نہیں تو کم از کم غش کھانے کا پیغام ضرور تھا۔ میں جھنجلا کر کھڑا ہو گیا، قبل اس کے کہ میرا ہاتھ آنے والے کی گرد میں ہو میری نظریں اس کے سر پر تھیں کہی ہوئی فیکٹ ہیٹ پر پڑیں۔ مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ڈرائیک روم میں ایک ایسا اجنبی جس نے ہیٹ نہ اتاری ہو بہت ہی بھیا کنک چیز تھی۔ جب میں آکسپروڈ میں تھا تو میں نے ایسی بدر اوچ کے بہت سے قصے سنے تھے جنہیں اس وقت یاد کر کے میرا دل ڈوبنے لگا تھا۔

”معاف کیجئے گا، میں نے آپ کو پہچانا نہیں“ میں نے کاپنے ہوئے بدقت کہا۔

دوسرے لمحے میں اجنبی کا کارڈ میرے ہاتھ میں تھا۔ جس پر سہری حروف میں لکھا ہوا تھا ”شیطان“۔ ”مُحْمَّر يَعْلَمُ بِكَ“ وہ گہرا کر بولا۔ یہ کیا بد ندا تی؟ میں اس وقت ایک مغربی طرز کے ملاقاتی کمرے میں ہوں۔ کسی خانقاہ یا مدرسہ میں نہیں۔ میں تو آپ کو ترقی پسند سمجھا تھا۔

”میں شرمند ہوں.....“

وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اجازت طلب کیے بغیر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ ”کتاب گھر کی پیشکش“ کے ساتھ اس کا کارڈ میرے ہاتھ میں تھا۔ اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا کہ مجھے پھر شرمند ہونا پڑا۔

”اس سے زیادہ لچک کتاب آج تک لکھی ہی نہیں گئی“ وہ اپنی ہیٹ فرش پر رکھتے ہوئے بولا۔

میں نے چاہا کہ الجھ پڑوں مگر اس کی آنکھ سے نکلتی ہوئی ایک عجیب قسم کی بر قی رو نے میرا گلا گھونٹ دیا۔ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے محسوس کیا کہ میرا حلقو بھی خشک ہو چکا ہے۔ ہونٹ کاپنے مگر آوازنہ نکل سکی۔

”جھک مارا ہے ڈائیک نے“ وہ دوبارہ بولا۔ ”محض اپنی محبوبہ کو جنت میں دکھانے کے لئے اتنا بھیڑا کیا ہے۔“

بات تو بڑے پتے کی کہی ظالم نے۔ دل میں قائل ہو جانا پڑا۔

”مگر..... یقین نہیں آتا کہ..... آپ.....؟“ میں نے ہکلا کر ملاقاتی کارڈ کی طرف اشارہ کیا۔

”یقین تو آپ کی ماہوا اور بابا آدم کو بھی نہیں آتا تھا“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”مگر.....“

”جی ہاں۔ میں سمجھتا ہوں..... غالباً آپ کو میرے جسم پر لیٹھی سوت گراں گزر رہا ہے۔“

”جی نہیں“

”فرنج کٹ ڈاڑھی شہر میں ڈال رہی ہے؟“ اس نے استفہامیہ انداز میں کہا۔

”یہ بھی نہیں“

”پھر؟“

”آپ کے پیڑ“

”بچپن میں سن اکرتا تھا کہ آپ کے پنج بچپنے ہوتے ہیں اور ایڑیاں آ جائیں۔“

”بکواس ہے“ اس نے آہتہ سے کہا۔ ”آپ حضرات کی نانیوں اور وادیوں نے مجھے خوب دل کھول کر بدنام کیا ہے۔“

”ارے!..... آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔“ میں نے حیرت سے کہا، ”ووصل یہ بات مجھے نانی جان ہی سے معلوم ہوئی تھی۔“

”آپ پھر بھول رہے ہیں کہ میں شیطان ہوں.....“ شیطان صاحب نے زور دار قہقہہ لگایا۔

”سگریٹ“ میں نے سگریٹ کیس بڑھایا۔

”تو چینکس۔ میں مصری سگریٹ پیتا ہوں“ یہ کہہ کر شیطان صاحب نے اپنے سگریٹ نکالا اور ہونٹوں میں دبا کر

سلگاتے ہوئے بولے۔

”اس سگریٹ سے بہتر دنیا میں کوئی اور سگریٹ ہی نہیں۔“

”ممکن ہے“ میں نے سگریٹ سلاگاتے ہوئے لا پرواہی سے جواب دیا۔

”ایک بات عرض کروں۔“ میں نے کہا۔

”فرمائیے۔ فرمائیے۔“

”مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں نے خواہ خواہ آپ کو بدنام کر رکھا ہے۔“ میں نے کہا ”آپ تو بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”خیر آدمی تو نہ بنائیے مجھے“ وہ بیزاری سے بولے۔ ”اگر اچھا نہیں تو اتنا برا بھی نہیں ہوں۔ میں نے ابھی تک بہت سی نھوں قسم کی اصلاحی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ بڑی بڑی شاندار ملیں..... لمبی چوڑی کشادہ سڑکیں..... یہ جگہاتی ہوئی راتیں..... یہ تہذیب، یہ تمدن..... یہ سب میری کاوشوں کا ہی نتیجہ ہیں۔“

”بھائی آپ افسانے بہت اچھے لکھ لیتے ہیں۔“ شیطان صاحب نے یک لخت گفتگو کارگ بدل دیا۔

”ذرہ نوازی آپ کی۔“ میں نے شرم اکر کہا۔

”بکواس ہے“ شیطان صاحب جھنگھلانے۔

”جی“

”اگر خاکساری کا یہی حال رہا تو کوئی لکھ کو بھی نہ پوچھے گا۔ اگر کامیاب قسم کے شاعر یا ادیب بننا چاہتے ہوں تو انانتیت پیدا کیجئے..... کسی کو خاطر میں نہ لائیے..... سوچئے کم لکھنے زیادہ..... بات کم کیجئے..... گالیاں زیادہ کئے..... اگر دوسرے رسائل آپ کے مضمایں نہ چھاپیں تو خود ایک عدد رسالہ نکال لیجئے..... نھوں قسم کا بلند پایہ ادبی رسالہ..... تجارت نہ کیجئے ادب کی خدمت کیجئے..... کیا سمجھے؟“

”چارے منگواؤں آپ کے لئے۔“ میں نے مرعوب ہو کر کہا۔

”جی نہیں..... شکریہ“ ہاں تو میں یہ کہنے والا تھا کہ آپ بڑے بدنداق معلوم ہوتے ہیں، آپ کے گھر میں مشاعرہ ہو رہا ہے اور آپ

ذائقے سے سرمدار ہے ہیں۔ آپ کے بھائی زیدان بڑے عمدہ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ کیا کیا شاعر جمع کئے ہیں۔ میں ابھی لا بھری ہی سے آ رہا ہوں۔ ایک نہایت خوب روڑ کا لہک کر پڑھ رہا تھا۔

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

کیا شعر کہا ہے ظالم نے۔ نہ ہوا بہادر شاہ ظفر کا زمانہ ورنہ اسے جگت استاد بنوادیتا۔ خیر، ہاں تو مجھے آپ کا نام بالکل پسند نہیں۔ آخر یہ طغرل خان کیا بلا ہے؟ خیر کوئی بات نہیں۔ اگر آپ نے میری ہدایت پر عمل کیا تو خود بخود آپ طغرل شیطان ہو جائیں گے۔ دیکھنے یہ اعزاز پہلے پہل صرف آپ کو عطا کر رہا ہوں ورنہ میں نے خود اپنی زبان سے آج تک کسی کو شیطان نہیں کہا۔ وجہ یہ ہے کہ میں اپنے حریف کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے فخر ہے کہ اس وسیع کائنات میں صرف میں ہی ایک شیطان ہوں۔ آج تک کسی نے میرا نام اپنانے کی ہمت نہیں کی۔

اتنا کہہ کہ شیطان صاحب نے سامنے والی تصویر پر نگاہیں جمادیں۔ میری آنکھوں میں عقیدت کے آنسو ناچ رہے تھے۔ میں نبھی روکتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا، ”پیر و مرشد ایک بات۔“

## کتاب گھر کی پیشکش

”آرڈر کرتے آرڈر“ شیطان صاحب رُور سے چھینے اور میں ہم کران کی صورت تکنے لگا۔ ”اب ہم پیر و مرشد نہیں ہیں۔“ شیطان صاحب چیلکیوں سے پتلون کی کریز درست کرتے ہوئے بولے۔ ”یور آنر کہنے پور آز“ میں پھر شرمندہ ہو گیا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ“ میں ہکلایا، ”میں۔۔۔ میں۔۔۔ یہ پوچھنا چاہتا تھا اگ۔۔۔ اگ۔۔۔ کبھی آپ نے کسی سے مم۔۔۔ مم۔۔۔ محبت کیے۔“

## کتاب گھر کی پیشکش

شیطان صاحب نے مجھے بری طرح گھور کر دیکھا۔

”اناڑی ہی سمجھتے ہیں کیا آپ مجھے“ شیطان صاحب تیزی سے بولے، ”دن رات مجھے اس وسیع کائنات کی چولیں ملانی پڑتی ہیں۔ آپ نے مجھے افسوں سمجھ رکھا ہے کیا؟ اگر میں محبت و جلت کے چکر میں پڑ جاؤں تو یہ دنیا تو ایک دن بھی نہ چل سکے۔ ہاں میں محبت کرنا سکھا تا ضرور ہوں۔۔۔ کیا سمجھے۔۔۔ بھی مجھے تھوڑا بہت ہر ایک کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر میں محبت کرنا نہ سکھاوں تو یہ بیچارے شش العلاماء کیا کھائیں۔“ شیطان صاحب نے رک کر دوسرا سگریٹ سلاگایا اور ایک مجھے بھی پیش کیا۔۔۔ سگریٹ نہایت نیس تھا۔ میرا دل چاہا کر بے اختیار شیطان صاحب کے قدموں پر گر کر جان بحق تسلیم ہو جاؤں۔۔۔ ہر کش پر عقیدتوں کا جوش بند رنج بڑھ رہا تھا۔

”آپ تو خوب سیر پانے کرتے ہو گے۔“ میں نے سگریٹ کا طویل کش لے کر کہا۔

شیطان صاحب اچانک کچھ مضمضل ہو گئے۔ ٹھنڈی سانس لے کر آہستہ آہستہ بولے۔

”آپ کا خیال غلط ہے۔ میں ۱۸۵۷ء سے ہندوستان ہی میں مقیم ہوں۔۔۔ ہندوستان سے میری مراد نہیں برا عظم ہے۔۔۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں پہلی بار میرے دل میں بٹوارے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ شکر ہے کہ آج میں دونوں ممالک کو خوش حال دیکھ رہا ہوں۔۔۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ۱۸۵۷ء سے لے کر اب تک ہندوستان میں مقیم ہوں۔ اس درمیان میں مجھے صرف دوبار مغربی ممالک کی طرف جانا پڑا۔ ایک بار ۱۹۱۳ء میں گیا تھا اور دوسری ۱۹۳۹ء میں۔۔۔ ۱۹۱۳ء کے بعد جب ہندوستان واپس آیا تو مجھے اپنی غیر حاضری پر سخت تاثر ہوا۔۔۔ اتنے عرصہ کی مختتوں پر پانی پڑ گیا تھا۔ میں نے دیکھا ہندو مسلم شانہ سے شانہ ملائے جلیان والا باغ کی طرف مارچ کر رہے ہیں۔ قریب تھا کہ غش کھا جاؤں جلیان والا باغ میں بڑی بڑی مشین گنیں دیکھ کر قدرے اطمینان ہوا۔۔۔ مگر صاحب تو پہ کچھ بھلا وہ سیلا بزرکنے والا تھا۔۔۔ بہر خال اس قدر دل شکستہ ہوا کہ امر تر میں چپٹے کی دوکان کر لی۔۔۔ اسی میں شب نہیں کہ مرچوں کی تیزی کی وجہ سے دوکان چل نکلی مگر بھلا ان چھوٹے چھوٹے کاموں میں میری طبیعت کہاں

لگتی ہے..... کئی بار دل چاہا کہ دکان وغیرہ لٹا کر سنیاں لے لوں مگر پھر خیال آیا کہ مر جیں آہستہ آہستہ اپنا کام کر رہی ہیں۔ جلد بازی اچھی نہیں جی جہاں آپ حضرات نے مجھے جلد باز مشہور کر رکھا ہے..... کیا مثل کہتے ہیں آپ لوگ؟..... جی..... ”جلد کام شیطان کا دیر کام رحمان کا“ مانتے ہیں آپ کہنیں کہ میں جلد باز نہیں ہوں..... کتنے عرصہ کے بعد یہاں کے لوگوں کو راست پر لا یا ہوں..... سچ پوچھئے تو اس کام میں دیر لگنے کی ایک وجہ اور بھی ہوئی۔ ایک لگوٹی باز بوز حابری طرح میرے کاموں میں ناگ اڑایا کرتا تھا۔۔۔ اچھا ہوا کہ میرے ایک شاگرد نے اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ ورنہ معلوم نہیں ابھی اور کتنے ہی دن مجھے زچ کرتا۔۔۔ بہر حال جب میں نے دیکھ لیا کہ پھوڑا پک کر تیار ہو گیا ہے تو میں نے نشرت اٹھایا یعنی دکان چھوڑ چھاڑ ۱۹۲۷ء میں ایک اخبار نکال دیا۔۔۔ وہ وہ اینڈ یور میل لکھنے کا بس مزہ ہی تو آگیا۔۔۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ کئی عدنی جماعتیں بھی قائم کر دیں۔ لیڈر بنانے کا ایک کارخانہ بھی کھولا۔۔۔ خیر کہاں تک اپنے منہ میاں مٹھو بنوں۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تو آپ سب جانتے ہیں۔۔۔ ماں تو اس بکواس کا مطلب یہ ہے کہ میں بہت ہی عدم الفرست واقع ہوا ہوں۔ جب سے دنیا آباد ہوئی آج تک سیر پائے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں شبہ نہیں کہ گھومتا پھرتا رہتا ہوں مگر جب تک یکسوئی دماغ نہ حاصل ہو تفریح تفریح نہیں کھلاتی۔۔۔ کیا سمجھے؟“

”اتا سمجھ گیا ہوں کہ اب شاید ساری زندگی اور کچھ نہ سمجھ سکوں۔“

## ”بہت اچھے“ - شیطان صاحب لہک گربولے ”اتا گھر کی پیشکش

”پھر آپ شرمندہ کر رہے ہیں مجھے۔۔۔ میں نے لجاتے ہوئے کہا۔

”پھر وہی حماقت“ - شیطان صاحب گر جے۔ ”جب کوئی آپ کی تعریف کرے خاکساری کی بجائے موٹھوں پر تاؤ دیا کجھے۔“ میرا ہاتھ بے اختیار موٹھوں کی طرف جا کرنا کام واپس آیا اور میں کچھ جھینپ سا گیا۔ شیطان صاحب موٹھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولے ”کوئی بات نہیں۔۔۔ کوئی بات نہیں موٹھوں پر تاؤ دینے سے میری مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کی تعریف کرے تو فخر سے کیہنے تاں کیا کجھے۔ تعریف کرنے والے کی طرف منہ سکوڑ کر اس انداز سے دیکھئے جیسے وہ چھوٹے منہ سے بڑی بات کہہ رہا ہو۔ کیا کجھے؟“

میں صرف مسکرا کر دیا۔ اس پر شیطان صاحب نے مجھے اس انداز سے دیکھا جیسے ابھی کچھ اور ٹھوک بجا کر پر کھانا باقی رہ گیا ہو۔

”ہاں یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آج کل آپ کے کیا مشغله ہے؟“ میں نے دیا سلائی سے دانت کھتیرتے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال ایک عدو ادبی رسالہ نکال رہا ہوں۔۔۔ غالباً ابھی تک آپ نے پر چڑھیں دیکھا۔“ شیطان صاحب نے اپنا چمی بیگ ٹوٹ لئے ہوئے کہا ”بھتی میں نے سوچا کہ روز کے دھندرے تو ہوتے رہیں گے۔ لگہ ہاتھوں کچھ ادبی خدمات بھی سرانجام دے لوں۔۔۔ دیکھئے یہ رہا مہنمہ ”ہر بونگ“۔۔۔ ناٹھل کتنا دیدہ زیب ہے۔۔۔ اس گرفتی کے زمانہ میں ایسا شاندار پرچہ شاندہ آپ کو ہمیں نظر آئے۔۔۔ ہر بونگ کا آئندہ شمارہ ”چل پکار نمبر“ ہو گا۔ کیا خیال ہے آپ کا۔۔۔ ہے نامعیاری رسالہ؟“

”بہت اونچا“ - میں نے ورق گروانی کرتے ہوئے کہا۔

”بات یہ ہے کہ میں کچھ زیادہ وقت نہ دے سکا اور نہ اور زیادہ شاندار ہوتا“ شیطان صاحب چمی بیگ کے تھے چڑھاتے ہوئے بولے۔

”ایک بات ذرا قابل اعتراض ہے“ میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا ”اشتہارات ضرورت سے زیادہ نظر آ رہے ہیں۔“

”یہی تو خاص بات ہے۔“ - شیطان صاحب چکے۔ ”غربیوں کے اشتہارات مفت چھاپے جاتے ہیں۔۔۔“ پیشکش

”صرف یہی نہیں۔۔۔ ایک خامی اور بھی ہے۔“

”وہ کیا؟“ شیطان صاحب چیل پر چیل ہو کر بولے۔

”کوئی مشہور لکھنے والا نظر نہیں آتا۔“

”کون سے سرخاب کے پر لگے ہوتے ہیں مشہور لکھنے والوں میں۔“

شیطان صاحب نے بیزاری سے کہا۔ ”میں تو گذری میں لعل تلاش کیا کرتا ہوں۔ اگر میں نے نئے لکھنے والوں کو ناہجہ اتوممکن ہے کہ میرامشن ہی قتل ہو جائے۔ مجھے تو دراصل ان حضرات کو نیچا دکھانا ہے جو خود کو یکاک، سویفٹ اور برناڑ شا کا ہم پایہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ کیا سمجھے؟“

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”بالکل صحیک میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔“

”پھر وہی لغویت..... بھی آخر کب تک احساس کمری کا شکار ہیں گے آپ؟“

”اوہ پھر بھول گیا۔“ میں نے اکڑ کر کہا۔ ”شیطان صاحب آپ جھک مارتے ہیں۔ میرے اعتراضات اپنی جگہ اٹھیں ہیں۔“

”ول ڈن..... ول ڈن،“ شیطان صاحب پر جوش انداز میں چھی۔ ”بہت اچھے۔ اب کبھی نہ بھولے گا۔“

”شیطان صاحب۔“ میں نے شاگردانہ انداز میں کہا ”اگر آپ کے پاس شہرت حاصل کرنے کا مجبوب نہ کرو تو عنایت فرمائیے۔“

”ضرور ضرور۔“ شیطان صاحب خوش ہو کر بولے۔ ”محبوب اور ساتھی ساتھ ہیل الاصول بھی..... ہزاروں بار کا آزمایا ہوا سو فیصدی کا میا ب نہ کرنا..... سنبھالنے میں مشہور ہونا ہے تو شراب پی کر بھوک بھوک چلایے، لڑکیوں کی عصمت خراب کر کے سماج کو گالیاں دیجئے، مزدوروں کی مزدوری ہضم کر کے سرمایداری کے خلاف علم بغاوت بلند کیجئے، فقیروں کو وہ تنکار کر سگریٹ کا پیکٹ خریدتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہئے ”آہ غریب ہندوستان“..... بیوی کی کھال کھینچ کر بھس بھر دیجئے اور بقیہ زندگی طوالوں کے سیوک بن کر گزاریے..... کیا سمجھے.....؟“

”مگر..... مگر۔“

”میں سمجھ گیا،“ شیطان صاحب نے خیالات میں گم ہو کر سرہلا یا۔ ”آپ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ کہا کہ لوگ اعتراضات کی بھرمار کر دیں گے..... سنبھالنے اس کا بھی جواب ہے..... اگر کوئی کچھ اعتراض کرے تو فوراً اپنے چہرے پر زلزلے کے آثار پیدا کر کے کہہ دیجئے کہ نالیوں کا کچڑ چاٹے بغیر ایک اچھا فنکار ہونا قطعی ناممکن ہے..... فنکار صرف وہی ہو سکتا ہے جس نے زندگی کے ہر پہلو کو قریب سے دیکھا ہو، اس وقت تک فنکار ہونا قطعی ناممکن ہے جب تک کم از کم ایک بار لفٹگوں کے ہاتھوں تاچپوشی عمل میں نہ آجائے..... کیا سمجھے؟“

”آج پہلی بار اچھی طرح سمجھ میں آیا ہے،“ میں نے کہا۔ ”مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کی تشریف آوری کا کیا مقصد ہے۔“

”ہر بونگ کے چل پکار نمبر کے لئے افسانہ لینے آیا ہوں۔“

”درست،“ مگر ساتھی ہی ساتھی یہ بھی عرض کر دوں گا کہ میں بلا معاوضہ ایک سطر بھی نہیں لکھتا۔“

”معاوضہ!“ شیطان صاحب اس طرح اچھلے کہ گویا کری نے ڈنک مار دیا ہو۔ ”ذرا جلدی سے لا حول پڑھئے میں اب یہاں ایک سینکڑ بھر نہیں سکتا..... آپ تو میرے بھی چھاٹکے۔“

یہ کہہ کر شیطان صاحب نے کھڑکی سے چھلانگ لگائی اور دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بہت دور تک فضائے بسیط میں تیرتے چلے گئے۔

<http://www.kitaabghar.com> ☆☆☆ <http://www.kitaabghar.com>

# میری سوانح عمری

<http://www.kitaabghar.com>
<http://www.kitaabghar.com>

یقین کجئے اب تک اسی امید پر جی رہا تھا کہ کسی رسالہ کا ایڈیٹر مجھ سے میری "سوخ عمری" ضرور طلب کرے گا اور آپ اسے پڑھ کر آٹھ اور آٹھ سو لہ آنسو دیں گے۔ مگر براہم معاصر ان تعصب کا کہ کسی نے بھی مجھے "زمت" دینے کی "سعادت" نہ حاصل کی۔ جس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ یعنی اردو ادب کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ اس خسارے کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ جس سے اردو ادب اس دوران میں دوچار ہو چکا ہے۔ بات کا بنتگرو بنانے کا کیا فائدہ؟ مختصر یہ کہ ابھی تک کسی کی سمجھ میں نہ آسکا کہ سک سک کردم تو ہوتی ہوئی اردو کو میری سوانح عمری کی ضرورت ہے۔ ایسی صورت میں میرا کیا فرض ہونا چاہئے؟ بھی میں اردو کا دشمن تو ہوں نہیں کہ یہ سب دیکھتے ہوئے بھی ہاتھ پر ہاتھ اور پیر پر غالباً پیر دھرے بیٹھا رہوں۔ میں اپنی سوانح عمری لکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی نہ چھاپے تو خود ایک عدد رسالہ نکال دوں گا۔ بہر حال یہ اردو کی بقاء کا سوال ہے۔ میں اسی صدی کے کسی سترے میں کیم اپریل کو ہنا لو اور ٹمبکٹو کے درمیان ہوائی جہاز پر پیدا ہوں۔ اس لئے ہوائی جہاز کی بہت عزت کرتا ہوں اور پڑول کو آب حیات سے کم نہیں سمجھتا۔ سال میں ایک بار پڑول سے غسل کرنا نجات کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ حب الوطنی کا یہ عالم ہے کہ جہاں ہوائی جہاز کی آواز سنی کافیوں میں انگلیاں ٹھوٹس کر چارپائی کے نیچے دبک جاتا ہوں۔ ہوائی جہاز کی شان میں اب تک تین ٹھمریاں اور پانچ دادرے لکھ چکا ہوں۔ اگر شادی نہ کی ہوتی تو اور بھی لکھتا۔

تین سال کی عمر میں ایک مکتب میں بسم اللہ ہوئی اور نتیجہ کے طور پر ایک مولوی نما آدمی یا آدمی نہامولوی کے ہاتھوں کافی عرصہ تک "بسم اللہ واللہ اکبر" ہونا پڑا۔ مولوی صاحب مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ اکثر میری ذہانت سے خوش کر فرمایا کرتے تھے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔" تم بڑے ہو کر یقیناً نام پیدا کرو گے۔ تمہارا بچپن فخر قوم، محسن الادب حضرت شیخ چلی رحمۃ اللہ علیہ کے روایتی بچپن سے بہت ملتا جلتا ہے۔ چار سال کی عمر میں ایک انگریز سارجنت میجر کی لڑکی پر با قاعدہ عاشق ہو کر شاعری کرنے لگا۔ ایک دن ایک مشاعرہ میں غزل پڑھ رہا تھا کہ ایک شعر پر ایک بزرگ کے منہ سے بے ساختہ نکلا "میاں جوان ہوتے نظر نہیں آتے" سنتے ہی تاؤ آگیا اسی دن سے شاعری واری چھوڑ چھاڑ جوان ہونے کی تدبیریں کرنے لگا۔ آپ جانے لاگ بردی چیز ہوتی ہے۔ ایک دن بیٹھا جوان ہونے کے امکانات پر غور کر رہا تھا کہ اچانک ذہن رسا دوڑ کی کوڑی لایا..... جھٹ پر دادا مرhom کے کتب خانے سے منوی "زہر عشق" کا قلمی نسخہ نکالا اور ابال کر لی گیا..... کیا عرض کروں کہ آپ سے کہ کیا حالت ہوئی۔ بس یہ سمجھ لجھتے کہ دوسرے ہی دن رسائل اور اخبارات میں اشتہار دینا پڑا "بہتوں کا بھلا اس کے پڑھنے سے ہوگا"..... یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ڈھنی اور جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ رحمات میں بھی تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔ لہذا خاکسار کا دل "خالق باری" سے قطعی اچاٹ ہو گیا اور کویراچ ہر نام داں کے "بدایت نامہ خاوند" میں کافی مزہ ملنے لگا..... اس قسم کی سینکڑوں کتابیں پڑھ ڈالیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں افسانہ زگار ہو گیا۔ شروع شروع میں ایک عدد قلمی نام اختیار کر کے لکھتا رہا۔ آپ نے چ، غ، د، مظفر پوری کے افسانے ضرور پڑھے ہوں گے۔ وہ بھی خاکسار بیچ مقدار ہے۔ میرے ادبی دنیا میں قدم رکھتے ہی بھونچاں سا آگیا۔ اور رجعت پسندوں نے نخش نگاری کا مرتب قرار دے کر گالیاں دینا شروع کر دیں۔ میں نے ان کی بکواس کی قطعی پروادہ نہ کی۔ کیونکہ ترقی پسند جماعت میری پشت پڑھی..... مگر کچھ دنوں کے بعد اچانک ایک ایسا انقلاب رونما ہوا کہ ہاتھوں کے طو ط پھر سے اڑ گئے..... رجعت پسند تو خیر دشمن تھے ہی ترقی پسندوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ انہوں نے وقت تقاضوں کی ہاںک لگائی اور جنس کی اولیت کے سرے ہی سے منکر ہو گئے۔ اب ان حضرات نے لاشور سلمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف پر اپنگندہ شروع

کر دیا۔ تحلیل نقشی کو ادب سے خارج کر کے ہمیشہ یا کے میریضوں کی میراث قرار دے دی۔ کہاں تک ان کے مظالم کا تذکرہ کروں۔ ڈرتا ہوں کہ کیلئے منہ کونہ آجائے اور دماغ معدے میں نہ چلا جائے۔ بہر حال اب ترقی پسند گروہ مجھے صرف جدت پسند کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ترقی پسند کہنے کے لئے تیار نہیں۔ خیر مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں بہت اونچا لکھنے والا ہوں۔ اپنی راہ آپ متعین کرنے والا..... میں حقیقی معنوں میں فنا کار ہوں اس لئے کسی سے ممتاز یا مرعوب نہیں ہو سکتا۔ میں وہی لکھوں گا جو میر ادل چاہے گا۔

## کتاب گھر کی پیشش

میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں اردو کا سچا خادم ہوں۔ مجھے شہرت کی قطعی پرواہ نہیں۔ اس لئے ہر سڑے بے رسالے کا مدیر بلا معاوضہ میرے مضمائیں چھاپنے پر تیار نہیں ہوتا تو میں انتقام اس کے رسالے کا خریدار بن جاتا ہوں اگر اس پر بھی دل نہیں مانتا تو دو چار خریدار بنوا دیتا ہوں۔ بہر حال تکست اسی کی ہوتی ہے۔

مجھے ہر پرانی چیز سے نفرت ہے۔ اس خیال کے ماتحت کبھی کبھی نئی چیزوں سے بھی تنفس ہو جانے کو دل چاہتا ہے کہ کچھ دن بعد یہ بھی پرانی ہو جائیں گی۔ چونکہ ادب کو زندگی کا آئینہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے ادب میں تو پرانی چیزوں کا سرے ہی سے قائل نہیں۔ آج کے ادب میں "تیرنظر" اور "مزہگاں کے خیز" کا تذکرہ مجھے انتہائی درجہ پر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سائنسی اور مشینی دور ہے۔ ہمارے ادب کو صحیح معنوں میں اس دور کا عکاس ہونا چاہئے۔ لہذا اب تیر، خیز، کثیر، شمشیر کی جگہ رائق، پستول، برلن گن، توب اور ایتم بم کو کھپانے کی گیا ضرورت ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت قلق ہوتا ہے کہ ہمارے ادیب ان چیزوں کی طرف سے بہت زیادہ عدم توجیہ کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اسے میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں بہتری مشکلات ہماری راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہمیں ان پر قابو حاصل کرنا چاہئے۔ آخر ہم کب تک دوسروں کے اشاروں پر ناچلتے رہیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان رکاؤں کا سد باب کریں۔ اس سلسلے میں جو سب سے بڑی دشواری پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم ان آتش گیر اسلحہ جات کو محبوب سے منسوب کریں تو حکومت اس غریب کی گمراہی شروع کر دے گی اور کچھ تعجب نہیں کہ ہمانت طلب کر لی جائے۔ لہذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حکومت کے سامنے محبوب کا صحیح جغرافیہ پیش کرویں اور اسے سمجھائیں "اماں ہم سچ مج تھوڑا ہی کہتے ہیں یہ تو شاعری ہے شاعری"..... اس طرح جیل جانے سے بھی سچ جائیں گے اور مقصد بھی حل ہو جائے گا۔

آج کے ادیب کی دوسرا چیز جو مجھے بہت زیادہ کھلتی ہے یہ ہے کہ وہ نئی تحقیقات سے قطعی بے بہرہ ہے۔ جب وہ یہ کہتا ہے کہ "دل آگیا تم پر دل ہی تو ہے" تو مجھے غصہ آ جاتا ہے جہالت کی حد ہو گئی۔ ارے بادال کے متعلق یہ بہت پرانا نظریہ ہے۔ اب یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دل سوائے دورانِ خون کے اور کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ عاشق ہو جانے کا تعلق صرف دماغ سے ہے۔ لہذا اب "دل آ جانا" کی بجائے "دماغ آ جانا" بولنا اور لکھنا چاہئے۔ آج کل "دل ٹوٹنا" کے بجائے "سر پھوٹنا" زیادہ موزوں اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔

آج کے ادیب میں پرانے محاورات کا استعمال بھی میرے لئے کم اذیت ناک نہیں..... بھلا بتائیے تو کیا تک ہے "نہ نومن تیل ہو گانہ را دھانا پے گی"..... آج کی راواہ اور نومن تیل..... لا حول ولا قوہ..... را دھا کو کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ تیل کا مطالبہ کرے۔ ایسی صورت میں جبکہ چراغاں کے لئے پاورہاؤس کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ لہذا اب اس محاورے کو یوں ہونا چاہئے "نہ اسی ہو گا اور نہ را دھانا پے گی" اسی طرح اور بہتیرے محاورے سرے سے ترک ہی کر دیئے جائیں یا پھر وقتی ضرورت کے لحاظ سے ان میں مناسب رو و بدل کیا جائے۔

لیجئے میں اپنی سوانح عمری اور عادات و خصائص بیان کرتے کرتے ادبی بحثوں میں پڑ گیا۔ ہاں عرض کرنے کا مطلب یہ کہ میں جیسی ہوں۔ ایسے لوگ ہمیشہ تین چار صدی کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تو اتفاق وقت ہے کہ میں برنارڈ شاکے زمانے میں پیدا ہو گیا۔ ورنہ قاعدے کی رو سے مجھے اب سے تین سو برس بعد پیدا ہونا چاہئے تھا۔

میں سکریٹ بکشرت لکھتا ہوں اور دنیا کا کوئی ایسا نشہ نہیں جو مجھے سے بچا ہو۔ اکثر سر میں برانڈی کی ماش کرتا ہوں۔ افسانہ لکھنے سے پہلے شراب میں افیون، چرس، گانجہ، بھنگ، چاندہ، مک اور کوئین وغیرہ ملا کر پیتا ہوں تاکہ انداز تحریر میں بکشرت انفرادیت پیدا ہو سکے۔ آپ نے

میری نظم "کبلاخان" ضرور پڑھی ہوگی۔ وہ نظم نا مکمل ہے لیکن پھر بھی دنیا کی سب سے زیادہ مکمل نظم خیال کی جاتی ہے۔ میں وہ نظم کہہتی رہا تھا کہ نشا کھڑ گیا اور نظم ادھوری رہ گئی۔

عورتوں سے نفرت کرتا ہوں کا پیشکش عورت کو دیکھ کر مجھ پر ایک قسم کی جمہوری کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار نظرے لگانے اور جیل جانے کو دل چاہنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادبی فیشن کے مطابق انجشنوں کے سہارے زندگی بسرا کر رہا ہوں۔ <http://www.ki.com>

یوں تو مجھے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپناراگ بے حد پسند ہے لیکن کچھ اور چیزیں بھی ہیں جنہیں میں پسند کرتا ہوں مثلاً یماریوں میں مجھے تپ دق اور ترکاریوں میں کریلا بے حد مرغوب ہے۔ مٹھائیوں میں وہ پسند ہے جو مفت مل جائے۔ فاؤنٹین چین اسی وقت پسند آتا ہے جب چرانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ پڑوسیوں میں وہ حضرات پسند ہیں جن کے یہاں مرغیاں پلی ہوئی ہیں۔ احباب میں وہ پسند ہیں جو قرض دے کر بھول جاتے ہیں اور بتاؤں ..... خیر چھوڑئے شرم آرہی ہے۔ <http://www.KitabGhar.com>

ایک دن میرا انتقال پر ملال عمل میں آیا جس میں جملہ اعزاز کے علاوہ بعض بے حیا احباب نے بھی شرکت کی تھی۔ ویسے اپنا انتقال تو روز ہی ہوتا ہے۔ بس گھر سے باہر نکلنے کی دیر ہوتی ہے۔ قدم قدم پر انتقال۔ مگر کسی گدھے نے آج تک ایک بھی قطعہ تاریخ وفات نہ کہا..... خیر..... اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔



# کتاب گھر کی پیشکش شاعر کو جواب

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

محترم شاعر! اکثر اخبارات کے ذریعے آپ کی بعض دشواریوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی آپ ایسے سوالات کرتے ہیں جن سے متشرع ہوتا ہے کہ خود آپ کے پاس بھی ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اکثر آپ کی "التجائیں" بھی نظر سے گزری ہیں۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کی دشواریوں کا حل تلاش کر سکوں۔ ملاحظہ فرمائیے ایک بار آپ نے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تھا:

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

میرے بچپن کے ساتھی کہاں ہیں

حضور! جو ساتھی جیل میں نہ ہوں گے وہ یقینی طور پر آپ کے گاؤں میں موجود ہوں گے۔ ان سے مل بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پوسٹ کارڈ کر لیز بکس میں ڈال دیجئے۔ ان کا اور اپنا پتہ لکھنا نہ بھولئے گا۔ پوسٹ کارڈ کا نام یاد رہے گا۔ آپ کو..... ہاں اچھی طرح یاد رکھنے کا ورنہ خطرہ ہے کہ آپ پوسٹ آفس سے راشن کارڈ طلب کر بیٹھیں۔ بے خبری تھے دنیا و مافیہا سے..... اب روتا دھونا چھوڑ دیئے..... ورنہ۔

اگر یونہی اے میر روتا رہے گا

تو کا ہے کوہ مسایہ سوتا رہے گا  
پھر آپ فرماتے ہیں:

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

کچھ نہیں چاہئے مجھ کو اے دل

بھائی صاحب! یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ ارے کل ہی تو یہ ساری چیزیں میں نے آپ کے لئے خریدی تھیں۔ آپ نے تو گویا میرا دل ہی توڑ دیا۔ اچھی بات ہے اب میں آپ کی خدمت میں کنکر پھر اور کپاس کے چند گھنٹہ پیش کروں گا۔ بس آپ خوش رہیں کسی طرح۔ کیونکہ آپ کو بسو رتے دیکھ کر میرا کیا جو منہ کو آنے لگتا ہے۔ انہی دشواریوں کے سلسلے میں آپ پھر ایک سوال کر بیٹھتے ہیں:

<http://www.kitaabghar.com>

اور وہ گل رخ نہ جانے کہاں ہو

کیا پتہ یاد کرتی ہو مجھ کو

اف فوہ! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اس طرح انجان بن رہے ہیں۔ ارے بھیا! کل ہی تو ان سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ آج کل سول ہسپتال میں مدد و اف ہیں۔ آپ کا تذکرہ آیا تو ناک بھوں چڑھا کر ذہن پر زور دیئے گئیں، پھر بولیں اگر کبھی انہوں نے مجھے کوئی کیس دلوایا ہوگا تو پھر شناساہی سمجھئے۔ ویسے یاد نہیں پڑتا کہ میں انہیں جانتی ہوں۔ اب آپ کی ایک التجا بھی یاد آ رہی ہے:

اے ہوا ادھر سے گز رنا

تو یہ پیغام میرا بھی کہنا گھر کی پیشکش

## کتاب گھر کی پیشکش

مجھے یقین ہے ہوا اس نے آپ کا کوئی پیغام ان تک نہ پہنچایا ہوگا کیونکہ پرویجر ہی غلط تھا بھائی۔ یہ بیسویں صدی ہے تھوڑی سو جھو بوجھ سے کام لینا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ اب سے دو سال پہلے کی ہوا تیس از راہ سعادت مندی صرف معمولی سی استدعا پر ہی پیغام رسائی کے فرائض انجام

دے ڈاتی ہوں، آج کل کی ہوا کمیں تو سب سے پہلے یہ پوچھتی ہیں:

کن ہواں میں رہتے ہو پیارے  
مطلوب یہ کہ آئندہ اگر ہواں کے ذریعے پیغام بھجوانا ہے تو سید ہے ریڈ یو شیشن چلے جائے گا لیکن بچوں کا پروگرام صرف سنڈے کے  
سنڈے ہوتا ہے۔ خیر سنڈے کا ہوش تور ہتا ہی ہو گا آپ کو۔ کیونکہ شاعری کے ساتھ ساتھ کلرکی سے بھی شغل فرماتے ہوں گے۔ مجھے یقین ہے۔

ارے لیجئے وہ پیغام بھی یاد آگیا جو آپ نے ہواں کے پرورد کیا تھا

ان سے کہنا وہ رات میں کہاں ہیں

جب تمنا حسین تھی جوان تھی!

بھی یہ تو خود میں نے ہی ان سے پوچھ لیا تھا۔ کہنے لگیں۔ اپن کو تو بس وہ رات بڑی پیاری لگتی ہے جب کوئی ٹگڑا سا کیس مل جائے۔  
اس وقت تمنا بھی حسین اور جوان نظر آتی ہے۔ مٹاائف بننے سے پہلے کا ہوش نہیں کہ کس وقت تمنا کمیں حسین اور جوان معلوم ہوا کرتی تھیں۔

اب آپ کا آخری سوال پیش نظر ہے:

جنم ہی کیوں لیا تھا تاؤ!!

سانس کیوں لے رہا ہوں اب تک

واقعی یہ بڑی وابیات بات ہے کہ ابھی تک سانس لے رہے ہیں۔ بتائیے میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ جنم لے کر بھی آپ نے  
سخت غلطی کی تھی۔ ام انکار کر دیا ہوتا پیدا ہونے سے۔ کوئی کیا بگاڑیتا؟

خیراب آپ سانس نہیں لیتا چاہتے تو ریڈ یو والوں سے رجوع کر جئے۔ ان کے یہاں اگر ایک ریکارڈ شناختیا جاتا ہے۔ جس کی  
چھوٹیں یہ ہوتی ہے کہ محترمہ ہیرا پنے رانچا کے لئے دودھ کا گلاس لے کر جاتی ہے اور گانا شروع کر دیتی ہے:

دو دھپی لے ظالما

اویں کدوں دی کھڑی

دو دھپی لے بالما

اس ریکارڈ کی فرمائش کیجئے ریڈ یو والوں سے۔ اگر سنتے ہی دم نہ نکل جائے تو میرا ذمہ۔ دیگر احوال یہ ہے کہ باقی سب خیریت ہے۔  
کبھی کبھی آپ اپنی خیریت کا خط لکھتے رہا کریں۔

☆☆☆

# کتاب گھر کی پیشکش

## تجسس کی ناک

<http://www.kitaabghar.com>
<http://www.kitaabghar.com>

پرانے برگد کی چٹائیں تھام کر جھولا جھولتے ہوئے ہم سب تالاب میں کوڈ پڑے اور کنارے بیٹھے ہوئے بہت سے مینڈک فراٹے بھرتے ہوئے پانی میں غائب ہو گئے۔ پانی میں آدمی ڈوبی ہوئی بھینسیں دیکھ کر مجھے بابا فضلو یاد آتے ہیں۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر یہ بھینسیں حقہ پی کر کھانے لگیں اور بابا فضلو کے سر پر سینگ نکل آئیں تو کیسی رہے۔ پرمیں نے یہ کسی سے کہا نہیں اور کہ بھی کیسے سکتا ہوں، بچہ جو ٹھہرنا، پٹ نہ جاؤں گا، ابھی کل ہی پچا جان نے دادا جان کو ڈانٹ دیا تھا سن کر چپ ہو رہے کچھ نہیں بولے۔ بھی میں ذرا سا ڈانٹ دوں تو اب امیاں مجھے اٹھا کر پڑنے دیں.....، بچہ جو ٹھہرنا.....

آج ہم سب نے طے کیا تھا کہ تالاب پار کریں گے اور واپسی پر پانی میں کھلے ہوئے کھڑی کے پھولوں کے تلے کوکا بیلی تلاش کریں گے۔ ابا کہتے ہیں کہ کھڑی کے پھولوں تلنے پانی میں ایک بہت ہی خطرناک گھاس ہوتی ہے، جس میں بچے پھنس کر مر جاتے ہیں۔ مگر وحید کہتا ہے کہ وہ کئی کئی بار کوکا بیلیاں توڑ کر کھا چکا ہے۔ وہ بھی تو میری طرح بچے ہے وہ کیوں نہیں گھاس میں پھنس کر مر گیا؟ میں اب اسے پوچھوں گا، مگر پوچھنے سے کیا فائدہ، چونکہ میں بچہ ہوں، اس لئے اسے سمجھنے سکوں گا، سب یہی کہہ کر ٹھال دیتے ہیں، کوئی میری بات کا جواب ہی نہیں دیتا۔

جب ہم تالاب سے نکلے تو ہم سکھوں کے پاس کوکا بیلیاں تھیں اور ہم میں سے کوئی بھی خطرناک گھاس میں پھنس کر نہیں مرا تھا، ہم سب برگد کی پھیلی ہوئی چکنی چڑوں پر بینچے کر کوکا بیلی کے لیس دار دانے چبانے لگے۔ میں نے سوچا ایک کوکا بیلی شنی کے لئے بھی لیتا چلوں مگر پھر خیال آیا کہ ابا میاں مجھے زندہ دیکھ کر چانٹے رسید کرنے لگیں گے، ہم سب نگے تھے میں نے سوچا کہ کہیں پچا جان مچھلی کا شکار کھیلنے نہ آرہے ہوں۔

میں نے جلدی سے کپڑے پہن لئے، وہ کہتے ہیں کہ نگے ہو کر نہ نہایا کرو میں کہتا ہوں وحید، کلو، موہن اور جھنگو سبھی تو نگے ہو کر نہاتے ہیں۔ وہ جیچ کر کہتے ہیں کہ وہ سب کہیں ہیں تم شریف آدمی کے لڑ کے ہو، میں اکثر سوچنے لگتا ہوں کہ میں شریف آدمی کا لڑکا کیوں ہوں اور سب کہیں کیوں ہیں؟ مگر میں کسی سے پوچھتا نہیں، پوچھوں تو چانٹے کھاؤں، نہ جانے کیوں یہ لوگ میرے باتوں کا جواب نہیں دیتے۔

موہن نے بتایا کہ اس گی بکری نے نخا سا بچہ دھوپ میں کھڑا کا نپ رہا تھا اور بکری اسے چاٹ رہی تھی، ہم لوگوں نے موہن کے کاکا سے کہا کہ ہم لوگ اپنے کی طرف روائہ ہو گئے۔ نخا سا بچہ دھوپ میں کھڑا کا نپ رہا تھا اور بکری کے لئے بے قرار ہو گئے اور کپڑے پہن کر موہن کے گھروں سے بکری کے بچے کے لئے مٹھائی لا گئے، موہن کے کاکا نے کہا ”بکری کا بچہ مٹھائی نہیں کھاتا“، مٹھائی پر مجھے ایک بات یاد آگئی۔

میں نے موہن کے کاکا سے پوچھا ”موہن کا ختنہ کب کراوے؟“، ”موہن کے کاکا نے ہنس کر کہا جب تم جنیو پہنو گے۔ میں نے کہا کہ ہمارے یہاں کوئی بھی جنیو نہیں پہنتا، وہ بولے ہمارے یہاں ختنہ نہیں ہوتا، میں نے کہا کیوں نہیں ہوتا، کہنے لگے تم ابھی بچے ہو، یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے، اس کے بعد ہم سب اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

مجھے کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔ بہت رات کہانیوں کے شوق میں جا گتارہتا ہوں۔ کل رات پچا جان نے ایک بہت اچھی کہانی سنائی ایک سودا گر تھا جس کا لڑکا جھوٹ بہت بولتا تھا، سودا اگر نے اس کو بہت سمجھایا کہ جھوٹ مت بولا کر، پروہنہ مانا ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا تھا۔ ایک دن ایک فقیر آیا سودا اگر نے اس سے اپنے لڑکے کے بارے میں بات چیت کی فقیر نے کہا کہ وہ بہت جلد جھوٹ بولنا چھوڑ دے گا۔ تم یہ ہارلو اور اس کے گلے میں ڈال دو جب وہ جھوٹے بولنے لگا کرے تو یہ ہار خود بخود بڑھ جایا کرے گا اور تم سمجھ لیا کرو گے کہ وہ اس وقت جھوٹ بول رہا ہے، لڑکے کو ہار کی خاصیت معلوم ہو گئی اور وہ جھوٹ بولنے سے ڈرنے لگا۔

مجھے یہ کہانی بہت پسند آئی، میں سوچتا ہوں کہ وہ فقیر مجھے مل جائے تو بڑا مزا آئے، میں اس سے بہت سارے ہار مانگ لوں، ایک تو پچھا جان ہی کی گردان میں ڈال دوں، پچھا جان دن بھر تاش کھلتے رہتے ہیں مگر جب دادا جان پوچھتے ہیں کہ کیا کر رہے تھے تو کہتے ہیں کہ آسامیوں سے روپیہ وصول کرنے گیا تھا۔ اگر پچھا جان کے گلے میں بھی وہی فقیر والا ہار ہوتا کیسی رہے۔ دادا جان کو چاہئے کہ اس فقیر کو ضرور تلاش کریں۔

آج باجی زرینہ نے ایک بڑی اچھی کہانی سنانے کا وعدہ کیا ہے۔ باجی زرینہ کا گھر ہمارے گھر کے پاس ہی ہے، مجھے باجی زرینہ بہت اچھی لگتی ہیں وہ مجھے بہت پیار کرتی ہیں، مجھے پریوں کی کہانیاں سنایا کرتی ہیں، میں نے آج تک کوئی پری نہیں دیکھی۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی پری، پرستان اٹھا لے جائے تو کتنا اچھا ہو، میں وہاں خوب جیلیباں کھاؤں، خوب گھوموں پھروں اور اماں جو مجھے بہت پیٹا کرتی ہیں، خوب روئیں اور میں پھر بھی گھرو اپس نہ آؤں کی۔ وہیں پریوں کے لڑکوں کے ساتھ مزے سے گلی ڈنڈا کھیلوں، پنگ اڑاؤں، پر میں باجی زرینہ سے ملنے ضرور آیا کروں گا، وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، مجھے بہت پیار کرتی ہیں۔ مگر جب وہ اپنی ناک کی نسخی کیل اتار ڈالتی ہیں تو بہت پچھلی پچھلی لگنے لگتی ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی ناک کیل نہ اتارا کریں، نہیں تو میں انہیں پیار نہ کروں گا۔

کل مجھے ان پر بہت غصہ آیا تھا مگر میں نے ان سے کچھ کہنا نہیں کیونکہ وہ مجھے بہت پیار کرتی ہیں۔ کل میں نے ان سے پوچھا کہ پریاں کیسی ہوتی ہیں، انہوں نے کہا بہت خوبصورت۔ میں نے کہا تم سے بھی زیادہ؟ انہوں نے نہیں کریم رے گال پر بڑے ذور سے چنکلی کاٹ لی اور میں تملکا گیا۔ مگر وہ مجھے پیار بھی تو کرتی ہیں۔ میں اکثر ان کے بازوؤں میں دانت کاٹ لیتا ہوں، مگر زور سے نہیں، نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے بازو کا گوشت اپنے دانتوں میں دبائے رکھوں۔ اگر ان کے گوشت میں جیلیبوں والا شیرہ بھرا ہوتا تو کتنا مزہ آتا۔

باجی زرینہ بہت شرمیلی ہیں مگر ایک دن میں نے دہلیز میں دیکھا تھا وہ اختر چپا سے پنج لڑکے ہی تھیں مگر مجھے دیکھ کر شرما گئیں۔ اختر چپا نے مجھے گود میں اٹھایا اور کہنے لگے کسی سے کہنا نہیں، مجھے جیلیباں بہت اچھی لگتی ہیں، میں نے کہا میں کسی سے نہ کہوں گا۔

اختر چپا میرے چپا کے دوست ہیں۔ اس لئے میں انہیں اختر چپا کہتا ہوں۔ باجی زرینہ کے نہ جانے کوں لگتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم ہمارے پچھا جان سے پنج کیوں نہیں لڑائیں، کہنے لگیں ”وہ بہت خراب آدمی ہیں۔“

”واہ۔ وہ تو شریف آدمی ہیں۔ کبھی ننگے ہو کر نہیں نہاتے۔“ میں نے کہا تو پھر شرما گئیں۔ ”پنج لڑانے کا حال کسی سے نہ کہنا۔“ میں نے کہا ”نہ کہوں گا مگر تم اختر چپا سے نہ بولا کرو۔ وہ مجھے اچھے نہیں لگتے۔ انہیں دیکھ کر مجھے بہت غصہ آتا ہے۔ میں اپامیاں سے کہوں گا وہ اختر چپا کو بندوق سے مار دیں۔“

وہ کچھ سوچنے لگیں اور پھر آہستہ سے لمبی سانس لے کر بولیں ”ان سے کہہ دیا تو مجھے بھی بندوق سے مار دیں گے،“ میں نے گھبرا کر کہا ”واہ تمہیں کیوں؟“ وہ آہستہ سے بولیں۔ ”یونہی..... تم سمجھتے نہیں،“ اور پھر وہ اداں ہو گئیں، نہ جانے کیوں۔

باجی زرینہ نے مجھے بتایا ہے کہ پریاں جنگلوں میں سیر کرنے آتی ہیں، میں ان سے کہوں گا کہ مجھے بھی پرستان لے چلو۔ وحید اور موہن کہتے ہیں کہ وہ بھی پرستان چلیں گے مگر میں جھنگو کونہ لے جاؤں گا۔ گالیاں بکتا ہے۔ ہمیں اپنے دم کئے کئے سے کٹانے کو کہتا ہے کہ کسی دن تم لوگوں پر کتا چھوڑ دوں گا اور تم لوگوں کو چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔ پرستان سے لوٹ کر ہم لوگ جادو کے ڈنڈے سے اسے کتا ہنا دیں گے، پھر اس کا باپ ہماری خوشامد کرنے گا، کہہ گا کہ میرے جھنگو کو پھر آدمی بنادو مگر اسے آدمی نہ بنا سکیں گے۔ میں، وحید اور موہن نے جنگل میں گھس گھس کر دیکھا مگر ہمیں کہیں بھی پریاں نہ دکھائی دیں۔ ہم نے بہت سی جھنڑیاں توڑیں اور کھا کھا کر گھلیاں ایک دوسرے پر چھیننے لگے۔ چھیوں کی جھاڑیوں میں سرراہت ہوئی اور ہم سب چونک پڑے۔ ایک لمبایا ساموراپنی لمبی دم لہراتا ہوا اڑا جا رہا تھا۔ ہم سب ہٹنے لگے۔

موہن نے کہا ”کہیں بھی پری نہ ہو۔“ وحید بولا ”ہاں، ہاں، پریاں ہر طرح کی شکل بنائیں گے،“ پھر ہم سور کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ پھر اڑا اور دور کے ٹیلے پر جا بیٹھا۔ ہم سب دوڑتے رہے حتیٰ کہ وہ چھیوں کی گھنی جھاڑیوں میں کھو گیا، ہم تینوں تحک گئے تھے۔ ٹیلے کے نیچے تالاب

کے کنارے بیٹھے گئے..... اور کنکریاں پانی میں چھینکتے رہے۔

اچاک موہن بولا ”وہ کیا؟“ ہم چونک پڑے۔ موہن نے اشاہ کیا۔ پانی میں جہاں پر بہت سے بلگے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں بہت سے کپے کے شہتوت نظر آئے ”شہتوت“ میں نے کہا اور ہم سب اٹھ کر ادھر پلے گئے۔ بلگے اٹھ کر دوسروے کنارے پر جا بیٹھے۔ موہن نے کہا ”شہتوت کا درخت ہوتا ہے۔ میں نے بلرام نگر میں اپنے نانا کے باغ میں دیکھا تھا۔ مگر یہ بھی شہتوت ہی جان پڑتے ہیں۔“ وحید نے کہا ”میں نے شہتوت کا پیر کبھی نہیں دیکھا مگر بازار میں شہتوت کہاں سے آتے ہیں؟“

میں نے لپک کر ایک شہتوت توڑا اور منہ میں رکھ لیا۔ چباتے ہی اب کائی آئی اور کچلا ہوا شہتوت منہ سے نکل پڑا۔ افوہ کتنا کڑوا تھا۔ وحید نے پوچھا ”کیا ہوا؟“ میں نے مجھے بناتے ہوئے کہا ”بہت کڑوا ہے“ موہن نے گھبرا کر کہا۔ ”تو پھر یہ ضرور جادو کے شہتوت ہیں۔ وہ پری کوئی جادو گرنی تھی۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ شہتوت کا پیر ہوتا ہے۔“ ہم سب ڈر کے بھاگے۔

میرے منہ کی کڑواہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ تھوکتے تھوکتے حلق خشک ہو گیا تھا۔ وحید نے بتایا کہ اس کی ماں کہتی ہے کہ زہر کڑوا ہوتا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میری جان نکل رہی ہو۔ کہیں میں نے زہر تو نہیں کھالیا تھا۔ میرے منہ کی کڑواہٹ اور بڑھ گئی۔

گھر آ کر میں چپ چاپ لیٹ گیا۔ میں نے کسی کو بتایا نہیں کہ میں تھوڑی دیر میں مر جاؤں گا۔ میں نے زہر کھالیا ہے۔ شام تک موت کا انتظار کرتا رہا مگر میں مرن انہیں۔ وہ ضرور جادو کے شہتوت تھے۔ اب میں پریوں کو کبھی نہ ڈھونڈوں گا مگر جادو کا ڈنڈاں جاتا تو اچھا تھا۔ میں اختر پھا کوئی کاپچہ بنا دیتا اور باتی زرینہ کو لے کر پرستان چلا جاتا۔

آج کل باجی زرینہ نہ جانے کیوں روئی رہتی ہیں۔ اب وہ مجھے پیاری تو نہیں کرتیں۔ ان کا پیٹ نہ جانے کیوں پھول رہا ہے۔ اختر پچا میرے پچا جان سے نہ جانے کیا باتیں کرتے ہیں۔ بہت آہستہ آہستہ جنمہیں میں سن نہیں پاتا۔

کل میں نے باجی زرینہ سے پوچھا کہ تمہاری تو نہ کیوں نکل رہی ہے۔ ان کی اماں جیخ کر بولیں۔ لے حرامزادی، کلموہی۔ سن لے چھوٹے پچھے بھی تیری بھی اڑانے لگے۔ ”اوہ وہ یہ کہہ کر سر پیٹ پیٹ کر رونے لگیں۔ باجی زرینہ بھی منہ پچا کر سکیاں لینے لگیں اور میں ڈر کر بھاگ گیا۔

مجھے بڑا الجھدا ہوا۔ میں باجی زرینہ کی بھی کب اڑا رہا تھا۔ ان کی اماں بڑی خراب ہیں۔ میں اب ان سے بھی نہ بولوں گا۔ مگر باجی زرینہ کی تو نہ کیوں نکل آئی ہے۔ وہ کچھ ایسی مولیٰ بھی تو نہیں ہیں۔ ہمارے گھر میں دن بھر باجی زرینہ کی برائی ہوتی رہتی ہے۔ خالہ جان کہہ رہی تھیں کہ زرینہ نے گاؤں بھر کی ناک کٹوادی۔

میں سوچنے لگا کہ شاید باجی زرینہ کو جادو کا ڈنڈاں گیا ہے جبھی تو انہوں نے اتنی آسانی سے گاؤں والوں کی ناکیں کاٹ لیں۔ مجھے جو بھی ملتا میں اس کی ناک بڑے غور سے دیکھتا اور خالہ جان کے جھوٹ پرہتا مگر پھر سوچتا کہ کسی کی ناک ٹٹوں کر دیکھوں مگر موقع نہیں ملتا۔

آج پچا جان سور ہے تھے۔ میں قریب بیٹھا اپنا آموختہ یاد کر رہا تھا۔ یکا یک جی میں آئی کہ پچا جان کی ناک ٹٹوں کر دیکھوں۔ ملامتی ناک تھی، بالکل ولیٰ ہی سب کی ہوتی ہے۔ پچا جان جاگ پڑے اور جیخ کر بولے۔ ”یہ کیا کر رہا ہے۔“ میں گھبرا گیا۔ میں نے کہا ”ناک“ انہوں نے میرے کان اینٹھوںیے۔

میں رو رو کر کہنے لگا۔ خالہ جان تو کہہ رہی تھیں کہ زرینہ نے گاؤں بھر کی ناک کٹوادی۔ جھوٹی کہیں کی۔ خود جھوٹ بولتی ہیں اور ہم سے کہتی ہیں کہ جھوٹ نہ بولا کرو۔ ”ابے تو پھر میری ناک کیوں ٹٹوں رہا تھا؟“ پچا جان گھبرا کر بولے اور مجھے غور سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا ”میں سمجھا تھا کہ شاید پھر کی ہے“ انہوں نے پھر ایک چائار سید کر دیا اور کہا ”اگر تم زرینہ کے گھر جاؤ گے تو اٹھا کر پیٹ دوں گا۔ دم نکل جائے۔“

میں روتا ہوا باہر نکل گیا۔ مجھے بہت تعجب تھا۔ پچا جان کی ناک پھر کی نہیں تھی اور میری ناک بھی ملامت ہے۔ پھر میں نے سوچا باجی زرینہ نے ہمارے گھر

والوں کی ناک نہ کافی ہو۔ مجھے جو پیار کرتی ہیں۔ مگر اب تو وہ مجھے بولتی بھی نہیں ہیں۔ تو نند کیوں نکل رہی ہے ان کی؟ اماں انہیں گالیاں کیوں دیتی ہیں؟ بڑی خراب ہیں ان کی اماں۔ میں ابا سے کہوں گا کہ ان کی ماں کو بندوق سے مار دیں۔ شاید ابا میاں نے انہیں بندوق مار دی ہے۔ جب ہی تو آج کل دکھائی نہیں دیتے۔ اللہ میاں کے پاس پہنچ گئے ہوں گے۔ دکھائی کیا دیں۔ کتاب گھر کی پیشکش

میں ابا سے پوچھوں گا۔ شام کو وحید ملا، میں نے اس سے کہا کہ باجی زرینہ کو جادو کا ذمہ ادا لے گیا ہے وہ کہنے لگا ”وہ کیسے...؟“ میں نے کہا ”پری نے دیا ہوگا۔ انہوں نے ڈنڈے سے کہا ہوگا گاؤں بھر کی ناک کاٹ لو، مگر مجھے کسی کی بھی ناک کٹی ہوئی نہیں دکھائی پڑتی۔“

”میری اماں بھی کہہ رہی تھیں کہ زرینہ نے سب کی ناک کٹوادی۔ وہ تو یہ بھی کہہ رہی تھی کہ زرینہ کے پیٹ میں بچہ ہے۔ حوصلی والی خالہ کہنے لگیں کہ اختر نے بڑا کمینہ پن کیا ہے؟“ وحید بولا۔ کتاب گھر کی پیشکش

میں نے کہا۔ ”وہ کیسے؟“ یہ تو میں نہیں جانتا مگر سب کہتے ہیں۔ ”میں نے کہا۔ ”سب جھوٹ کہتے ہیں، اختر پچا تو میرے چچا جان کے دوست تھے۔ واہ، وہ کیوں کمینہ پن کرنے لگے ہیں، وہ تو شریف آدمی تھے۔“ بھی ننگے ہو کر نہیں نہاتے تھے۔ ”وحید بولا“ واہ، وہ کپے کہنے ہیں۔ انہوں نے ایک بار مجھے بڑے زور سے چانگا مارا تھا۔ ”مجھے غصہ آگیا پر میں نے وحید کو کچھ نہیں کہا کیونکہ اس نے مجھے شنشے کی دوست دینے کو کہا تھا۔ کتاب گھر کی پیشکش

کنگوا تیلی کمینہ پن کرتا ہے جو اپنی جورو کو پیٹتا ہے۔ اختر پچا تو بڑے شریف آدمی تھے۔ وہ بھی ننگے ہو کر نہیں نہاتے تھے۔ نہ کسی عورت کو پیٹتا تھے۔ پر وہ مجھے اچھے نہیں لگتے تھے۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ باجی زرینہ کے پیٹ میں بچہ ہے۔ میں ان کے بچے کو خوب پیار کروں گا۔ میں اس کے لئے میلے سے مٹی کے کھلو نے لایا کروں گا۔ اسے گود میں لے کر ٹھلا کروں گا۔ مگر ان بچہ مجھے کیا کہے گا؟ میں نے چھپی جان سے پوچھا، باجی زرینہ کا بچہ مجھے کیا کہے گا۔ اماں مجھے گھور دیکھنے لگیں۔ چھپی جان ہنس کر بولیں ”تمہیں ابا کہے گا اور کیا کہے گا۔“ اماں نے جھنجھلا کر کہا۔ ”تو نوج ایسا بھی کیا مذاق“ اور میری پیٹھ پر ایک گھونسا جڑ کر کہا۔ ”خبردار، اگر اب وہاں گیا تو ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دوں گی۔“

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ سب لوگ مجھے وہاں جانے سے کیوں روکتے ہیں۔ باجی زرینہ کیوں روکتی رہتی ہیں۔ ان کی اماں انہیں گالیاں کیوں دیتی ہیں۔ تو نند تو یوں نکل رہی ہے کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ جب چھپی جان کے پیٹ میں بچہ تھا تو انکی تو نند بھی نکل آئی تھی۔ باجی زرینہ کا بچہ اگرچہ مجھے ابا کہے تو کتنا اچھا ہو۔ میں اسے خوب پیار کروں۔ مگر جب میرا کہنا نہ مانے تو خوب پیٹوں۔ اسے کہوں کہ ننگے ہو کر نہانا براہے۔ شریف آدمی کے بچے ننگے ہو کر نہیں نہاتے۔

میں نے کئی دن باجی زرینہ کو نہیں دیکھا۔ میں رات کو دریتک جا گتا رہتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میں نے کئی بار اپنے کوٹھے پر سے ان کے آگلن میں جھانکا مگر وہ دکھائی نہیں دیں۔ میں کیا کروں؟ مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میں کیا کروں، میں کیا کروں!

وحید کہتا ہے کہ چلو کو کاہلیاں حلاش کریں۔ مگر میں نہیں جاؤں گا مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ جی چاہتا ہے کہ چھپیں مار مار کر روؤں۔ پتہ نہیں باجی زرینہ کے گھر کا دروازہ بند رہتا ہے۔ کسی وقت نہیں کھلتا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کوئی نہیں بتاتا جس سے پوچھتا ہوں جھڑک دیتا ہے۔ باجی زرینہ کراہ رہی تھیں۔ میں صاف سن رہا تھا۔ وہ شاید بہت زیادہ بیمار تھیں۔ لیکن ہمارے گھر سے کوئی انہیں دیکھنے نہ گیا۔ ابھی کل ہی تورشید ماموں کے بچے کو قہوہ گئی تھی۔ ہمارے گھر کی سب عورتیں اسے دیکھنے گئی تھیں۔

آخر یہ سب باجی زرینہ کو دیکھنے کیوں جاتیں۔ مجھے وہاں کیوں نہیں جانے دیتیں۔ میں وہاں ہوتا تو ان کا سر دباتا۔ انہیں دوا پلاتا، جب وہ کراہ تیں تو انہیں پیار کرتا اور کہتا ”جگہ راؤ نہیں تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی۔ یا اللہ باجی زرینہ کو اچھا کروے۔“ میں نے اماں سے پوچھا کہ باجی زرینہ کیوں کراہ رہی ہیں۔ انہوں نے جھلا کر کہا ”خدا کا غصب نازل ہو رہا ہے۔ تجھے کیا چل بیٹھا پنا

کام کر۔۔۔ میں ڈر کر لحاف میں دبک گیا۔ خدا کا غضب نازل ہو رہا ہے۔ تب ضرورا بھی زمین ہلنے لگے گی۔ میں لحاف میں تحریر کا پنے لگا۔ کہیں ہمارا گھر نہ گرپڑے۔

بہت دن ہوئے جب زمین پانی تھی تو سب نے کہا تھا کہ خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور داد جان وغیرہ کہیں کی باتیں کیا کرتے تھے جہاں بہت سے مکان گرپڑے تھے اور زمین سے پانی نکل آیا تھا۔ مگر ہمارا گھر نہیں گرا اور نہ کوئی دھماکے کی آواز آئی مگر باجی زرینہ کیوں اور زیادہ چینے لگیں۔ کیا ان کا گھر گر گیا ہے مگر بھی زمین بھی تو نہیں بلی۔

اف، وہ پھر چھینیں، میں کیا کروں، ضرور ان کا گھر گر گیا ہے۔ یا خدا حرم کر۔ ارے چچا جان نہیں کیوں رہے ہیں۔ کیا یہ خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے۔ ابھی زمین لگے گی اور سارے مکان گرجائیں گے۔ زمین سے پانی نکل آئے گا۔ خدا کا غضب نازل ہو رہا ہے۔ باجی زرینہ اور زور سے چیخ رہی ہیں۔ چچی جان قفقہ کیوں لگا رہی ہیں۔

افوہ، یہ سب نہیں کیوں رہے ہیں۔ پھر باجی زرینہ کیوں چیخ رہی ہیں۔ کیا خدا کا غضب صرف انہیں پر نازل ہو رہا ہے۔ کیوں؟ آخر زمین کیوں نہیں ہلتی اور خدا کا غضب ہے تو مکانات کیوں نہیں گرتے۔ زمین سے پانی کیوں نہیں نکل پڑتا؟ میں جاگ پڑا۔ بہت شور رہا تھا۔ ارے یہ تورو نے کی آواز ہے۔ بہت سے لوگ رو رہے ہیں۔ ارے کیا مکانات گر گئے ہیں۔ کیا زمین ہل رہی ہے؟ مگر ہمارے گھر میں تو سب خاموش ہیں۔ سب جاگ رہے ہیں۔ ارے یہ سب بھی کیوں نہیں رو تے۔ خدا کا غضب نازل ہو رہا ہے۔

کسی نے ہمارے دروازے کی زنجیر کٹکھٹا کر کہا ”زرینہ کا انتقال ہو گیا“، قریب کی مسجد سے آواز آئی ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“۔ کسی نے کہا ”ارے صحیح ہو گئی“، باجی زرینہ مر گئی..... ہائے باجی زرینہ..... میں پھوٹ پھوٹ کر رو نے لگا۔ چچا جان نے ڈانٹا مگر میں روتا رہا۔ ہائے باجی زرینہ..... میرا دل چاہ رہا تھا روئے جاؤں۔ سب لوگ خاموش تھے..... باجی زرینہ کے گھر سے رو نے کی آوازیں آرہی تھیں۔ خالہ جان بولی..... ”اچھا ہوا مر گئی۔“

میرا دل چاہا کہ خالہ جان کا منہ نوچ لوں..... باجی زرینہ نے ان کا کیا بگاڑا تھا۔ کہتی ہیں اچھا ہوا مر گئی۔ ان کی بیلی مر گئی تھی تو انہوں نے مہینوں افسوس کیا تھا۔ کیا باجی، زرینہ اس بیلی سے بھی بری تھیں۔ جو آئے دن منے کا دودھ پی جایا کرتی تھی۔ آخر باجی زرینہ نے کیا قصور کیا تھا سب انہیں برا کیوں کہتے ہیں؟ کوئی نہیں بتاتا، ہائے کوئی نہ بتائے گا۔



# رسالوں کے اسرار

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

جنازہ نکالنے کی رسم عشق کے ساتھ اٹھ گئی ورنہ میں اسی پر زور دیتا، حالانکہ کسی رسم کو پھر سے بھی زندہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں عشق کا خوف دامن گیر ہے اور پھر اب اس کی ضرورت ہی کیا ہے، جس مقصد کے لئے عشق جنازہ نکالا کرتے تھے۔ اس کی تجھیل کے لئے اب دوسرے ذرائع بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً رسالہ نکالنا۔ عشق جنازہ نکالتے تھے، پوچینڈے اور چندے کے لئے رسالے، رسالہ بھی..... مگر نہیں.....

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

کپ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

لہذا جو کچھ جنوں میں بک رہا ہوں، اس کو باہوش و حواس ناظر کو جان کرو اپس لیتا ہوں اور بصد خلوص عرض کرتا ہوں کہ رسالہ صرف ادب کی خدمت کے لئے نکلا جاتا ہے۔ اس لئے ہر ادو پڑھے لکھے آدمی کا فرض ہے کہ اپنی پہلی فرست میں رسالہ ضرور تکا لے اور دوچار شمارے نکال کر بند کر دے تاکہ دوسروں کے لئے میدان خالی ہو جائے اور دوسرے بھی داخل حسنات ہو سکیں..... اس کام میں امداد یا ہمی کا خاص خیال رکھنا چاہئے اگر سب ہی بیک وقت رسالہ کا لے لے گے تو کون خریدے گا اور کون پڑھے گا۔ اصول یہ ہونا چاہیے کہ آج میں رسالہ کا لوں، آپ خریدیں۔ اس کے بعد میں اپنار رسالہ بند کر کے آپ کا نکالا ہو اسالہ خرید کر پڑھوں۔ اردو اسی طرح ترقی کر سکتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔☆

ہم میں بہتیرے ایسے ہیں جن کے اندر ادب کر خدمت کرنے کا جذبہ موجود ہے لیکن وہ بے چارے رسالہ نکالتے ہوئے پھکچاتے ہیں جس کی وجہ غائبانہ تجربہ کاری ہے۔ لہذا میں رسالہ نکالتے کے چند موٹے موٹے اصول بتا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کروں گا۔ رسالہ نکالتے کے لئے سب سے پہلے جس وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ رسالہ کے لئے ناموں کی دستیابی ہے۔ نام رکھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اگر رسالہ معمولی اور سیدھا سادا ادبی اور فلمی رسالہ ہے تو نام منفرد ہونے چاہئیں۔ مثلًا لاثین..... موم ہتی..... پتنگا..... مچھندر..... خوشبو..... کرنیں..... لوٹا..... گلاس..... چچھے..... چٹائی..... گل..... بلبل..... وغیرہ اگر رسالہ ترقی پسند ادبی رسالہ ہے تو ناموں کا مرکب ہونا ضروری ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اگر نام کے ساتھ لفظ ”نیا“ نہ ہوگا تو سمجھ لجئے رسالہ ترقی پسند نہ سمجھا جائے گا۔ لہذا نام اس قسم کے ہونے چاہئیں نیا کھڑا ک..... نیا گلدان..... نیا اگال ون..... نیا شتر بے مہار..... نئی چٹنی..... نیا اچار..... نئی کھڑکی..... نیا دیدار..... وغیرہ وغیرہ۔

نام تجویز ہو جانے کے بعد سرما نے کا سوال آپڑتا ہے۔ مالدار تو آسانی سے یہ مشکل بھی حل کر لیتے ہیں لیکن غریب قسم کے خدام ادب کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ چندے سے کام لیں۔ دوچار صاحب ذوق قسم کے مال دار حضرات کو اپنا ہم خیال بنا کر انہیں ان کے فرض سے آگاہ کریں۔ اگر وہ اس پر بھی نہ مانیں تو ان کا نام ایڈیٹریوں کی فہرست میں درج کر دینے کی دھمکی دس۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ دھمکی سو فیصدی کا میاب ہوگی۔

رسالے کا سرورق نگین اور دیدہ زیب ہونا چاہئے۔ سرورق پر رسالے کا نام لکھوایے اور کسی ایکٹرنس کا سر زنگا فوٹو چھپوایے۔ پہلے صفحے پر ایڈیٹر کے نام اس انداز سے ترتیب دیجئے  
ادارہ کتاب گھر کی پیشکش  
سلیم الدین ہمدانی  
شیخ جحتانی گلزار

میر کلو محبیر آبادی

بدھو پر یہم نگری

بیگم سلیمانہ کریم بخش

## کتاب گھر کی پیشکش

## کتاب گھر کی پیشکش

اس قسم کی ترتیب سے ایک طرف تو آپ کا شرکاء کا بھی مطمئن ہو جائیں گے اور دوسری طرف پہلک پر خاطر خواہ رعب پڑے گا۔

اب آئیے رسالے کے مواد کی طرف..... اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لجھے کہ آپ کو عوام کے مذاق کا خاص خیال رکھنا پڑے گا۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ عام وقتی اور دائیٰ رحمات سے اچھی طرح واقف ہوں گے، اگر آپ ان سے واقفیت نہیں رکھتے تو آپ ایسا مواد پیش نہ کر سکیں گے جو عوام کے مذاق کے مطابق ہو، جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کسی دوسرے شمارے کی کتاب شروع ہوتے ہوتے ادارے میں صرف سلیم الدین ہدایتی کا نام رہ جائے گا۔

اور یہ ایسا ناخوشگوار اتحام ہو گا کہ آپ دوبارہ گھر کی پرآمادہ ہو جائیں گے۔ لہذا بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ دونوں کام آپ اکیلے نہ کر سکیں تو لجھے میں از راہ ہمدردی پھونکتا ہوں اور آپ قدم رکھئے۔ دیکھئے رحمات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وقتی اور ہنگامی اور دوسری دائیٰ۔ وقتی رحمات آپ کی کسی کیتھی جبلت کی پیداوار ہوتے ہیں اور کسی حالت میں بھی تبدیل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر فلم دیکھنے اور محبت کرنے کو لجھے۔ فلم آپ اس وقت دیکھیں گے جب آپ کی جیب میں پیسے ہوں گے۔ آپ کا یہ فلمی رحمان (Instinct of Love) سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا آپ جب تک زندہ رہیں گے۔ عاشق ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ مرتبہ دم تک جلتیں سے پہچانیں چھوٹا۔ اب آئیے رسالے کی طرف وقتی رحمات میں سے فلم اٹھا لجھے حالانکہ فلم دیکھنا بھی آپ کے چند جملی تقاضوں کی وجہ سے عمل میں آتا ہے لیکن اسے دائیٰ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ جب فلمیں نہیں تھیں تو آپ صرف مجرانتے تھے۔ اسی طرح جب فلمیں نہ ہوں گی تو آپ اپنی جملی آسودگیوں کے لئے اور راہ نکالیں گے، اس لئے یہ فلمی رحمان وقتی ہے۔ ہاں تو آپ اپنے رسالے کا کچھ حصہ فلم اور فلم سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے لئے وقف کر دیجھے۔ فلم ایکٹریسوں کے حالات زندگی پر روشنی ڈالنے، اس کے لئے ایک مستقل عنوان قائم کر لیتا زیادہ مفید سمجھا جاسکتا ہے۔ اس عنوان کے تحت میں جو مضمون لکھا جائے اس کو کم از کم کوزے میں سمندر کا مصدقہ ہونا چاہئے، نمونے کے لئے سطور مندرجہ ذیل عنوان ملاحظہ فرمائیے۔

شاید آپ نے سا ہو گا

کہ مس گوریاڑا کثر طو طارام سے طلاق لے کر پہاڑی..... درہ دانیال سے شادی کرنے والی ہے۔ کہ مشہور رقصاصا چچلا دیوی ناشتے میں اوٹ کی مینگیاں کھاتی ہیں۔

کہ کیر کڑا ایکٹر انور خان ڈاڑھریکٹر بدا پر شاد کے ماموں نہیں ہیں۔

کہ عوج بن عنق، شخ لندھور بن سعدان پر ووڈکش کی پہلی پیش کش، ابن بطوطہ میں بحیثیت ہیر و آر ہا ہے۔

کہ مہ جبین سکنجبین کی سگی بہن ہے۔

کہ چینا صبح شادی کرتی ہے اور شام کو طلاق لیتی ہے۔

کہ چینا چھینکتی بھی ہے۔

کہ چینا اپنے بچوں کو دودھ بھی پلاتی ہے۔

کہ چینا غتریب مر جائے گی وغیرہ وغیرہ

سوال و جواب بھی عمدہ چیز ہے۔ اس کے لئے زیادہ سفحات وقف کئے جائیں۔ کیونکہ جس کا سوال پوچھتا ہے وہ ایک رسالہ ضرور خریدتا ہے۔ اگر رسالات موصول نہ ہوں تو خود سوال کیجھے اور خود ہی جواب لکھ دالئے۔ سوالات کا موصول ہونا ہی اچھا ہے اگر رسالات موصول نہ ہوئے تو آپ کا سوال و جواب والا حصہ بہت ہی بلند پایہ اور معیاری ہو گا۔ آپ کی آسانی کے لئے چند سوالات اور ان کے جواب بطور

نمونہ پیش کرتا ہوں۔

رضیہ بیگم پچھوئند

س۔ کتاب میں آپ کے رسالے کا بے چینی سے انتظار کیا کرتی ہوں بتائیے میں کیا کروں؟ گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

س۔ ایڈیٹر صاحب! آپ کی عمر کیا ہے، حلیہ بھی تحریر فرمائیے۔

ج۔ بیس سال۔ حلیہ حسب ذیل ہے:

کتاب سرخ و پیک، قدچھفت تین انج، سینہ ساز ہے تین انج، آنکھ ایک بڑی اور ایک چھوٹی، بال چھٹکیاں لے، ناک نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

س۔ کیا آپ اپنی تصویر بھیج سکتے ہیں؟

ج۔ مجبوری ہے، کیونکہ والد صاحب بہت خونخوار آدمی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اب آئیے افسانوں اور نظموں کی طرف۔ افسانوں اور نظموں میں عشقیہ مضامین ضروری ہیں۔ اگر نہ ہوں گے تو رسالہ کا میاں ب نہ ہوگا۔ وقتی تقاضوں، بھوک، روٹی اور مزدور وغیرہ سے بہیشہ محفوظ رہئے اگر آپ انہیں رکھنا چاہتے ہیں تو صرف ایڈیٹر میل ہی تک مدد و درکھٹے اور جی بھر کر عوام عوام چلایے، لیکن جہاں آپ نے افسانوں اور نظموں میں روتا شروع کیا، پر چاٹھپت ہو جائے گا۔ ویکھنے میں آپ سے بچ بھی کہتا ہوں کہ اول تو مزدور پڑھے لکھنے نہیں ہوتے اور اگر دوچار ایسے ہوتے بھی ہیں تو وہ ایم اسلام اور فتحی ندیم صہبائی فیروز پوری کے ناول پڑھتے ہیں۔ کرشن چندر کے ان داتا میں ان کو بالکل مزہ نہیں آتا، یہ بالکل غلط ہے کہ کسی تحریری میں اپنی زندگی کی عکاسی دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو بتائیے کہ آپ ہوائی قلعے کیوں بناتے ہیں۔ یقیناً جانتے کہ آپ افسانوں میں اپنے ہوائی قلعے دیکھ کر محفوظ ہوتے ہیں، ملکر کی اور آٹے دال کا بھاؤ دیکھ کر نہیں۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ عشقیہ مضامین کی بھرمار کردیجئے کیونکہ عشق ہر بیرون جو اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ ہر شخص مرتبے دم تک عشق کرتا رہتا ہے یا پھر اس سلسلے میں ہوائی قلعے بناتا رہتا ہے۔

اگر آپ اپنے رسالے کو ضرورت سے زیادہ کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو اس میں عجیب و غریب معلومات سے متعلق ایک مستقل عنوان رکھئے۔ ہر شخص نئی نئی معلومات اور عجیب و غریب انسانیات میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ یہ کوئی وقتی رجحان نہیں بلکہ یہ چیز شروع سے چلی آ رہی ہے اور قیامت تک قائم رہے گی۔ کیونکہ کھوج اور تجسس بھی ہماری ایک جلتی ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں تو آپ اس عنوان کے تحت میں اپنے پڑھنے والوں کوئی نئی باتیں بتایا کیجئے..... نمونہ ملاحظہ ہو۔

کیا آپ جاتے ہیں کہ: کتاب گھر کی پیشکش  
کہ شتر مرغ شاعروں سے بہت محبت کرتا ہے۔

<http://www.kitaabghar.com>

کہ راس کماری اور راج آکماری کا درمیانی فاصلہ پانچ کروڑ پانچ سو پھر میل ہے۔

کہ گلہریوں میں شادی بیاہ کا رواج نہیں پایا جاتا۔

کہ مرغ مسلم نہایت لذیذ جانور ہے۔

کہ اور مڑی سال میں تمیں اندے دیتی ہے۔

کہ کنگارو بہت فتح اردو بولتا ہے۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

کہ جارج برناڈ شا ضلع گوردا سپور کے رہنے والے ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

کہ امر دوچا ہے جہاں پیدا ہو ہر حال میں اللہ آبادی ہی کھلاتا ہے۔

کہ افریقہ میں ایک ایسی قوم پائی جاتی ہے جو سکرت کھاتی ہے۔

کہ نیویارک اب سے پانچ ہزار برس پہلے ہندوستان میں پایا جاتا تھا۔

کہ مہا بھارت کی لڑائی میں ہوائی جہاز بھی استعمال کیے گئے تھے اور پارے کی بھاپ سے چلا کرتے تھے۔

کہ ڈی ولیرا پانچ سال پہلے اللہ آباد کی ایک تحصیل میں نائب تحصیلدار تھے۔

کہ یہ رساں عقریب بند ہونے والا ہے، اس لئے آئندہ سال کا چند روزہ منی آرڈر روانہ فرمائیے۔

اتنا کچھ تو سیدھے سادے ادبی اور فلمی رسائل کے لئے تھا۔ اب آئیے ترقی پسند رسائل کی طرف..... اگر آپ کوئی ترقی پسند رسالہ کا لانا چاہتے ہیں، تو آپ کو اتنی سمجھنی نہ کرنی پڑیں گی، اس کے لئے ایک سیدھا سادا اصول بتائے دیتا ہوں کہ آپ اس میں سب کچھ چھاپ سکتے ہیں۔ لیکن اس کا ایڈیٹوریل ذرا زوردار ہوتا چاہئے۔ ایڈیٹوریل لکھتے وقت خاص خیال رکھئے کہ تحریر میں فرائیڈ کا نام اور کارناٹے کم از کم پچیس بار ضرور دھرائے جائیں..... اگر آپ ایڈیٹوریل میں، رسالے میں چھپنے والے مضامین پر تبصرہ کر سکیں تو کیا ہی کہنا پھر تو آپ کا رسالہ ٹھوس قسم کا اور بلندہ پایہ ترقی پسند رسالہ سمجھا جائے گا۔ لیکن تبصرہ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہر افسانے اور ہر لظم میں انسانیت کی حیثیت اور نفیاً تی پس منظر کا وجود ثابت کرنا ضروری ہے ورنہ تبصروں کی نہ کوئی اہمیت ہو گی اور نہ افسانوں ہی میں کوئی خاص بات پیدا ہو سکے گی۔ آپ کی آسانی کے خیال سے ایک ایڈیٹوریل بطور نمونہ لکھ رہا ہوں، غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

### ادب اور لاشعور

زمانہ کروڑوں پر کروٹیں لے رہا ہے، انقلاب آرہے ہیں، قدریں بدل رہی ہیں۔ ہمارا ادب بھی موجودہ بحران سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ موجودہ انتشار کے اثرات ہمارے ادب پر بھی چھار ہے ہیں۔ جس تحریر کو اٹھائیے، اجھسن، بدحواسی اور پر اگندگی وغیرہ کی آما جگاہ نظر آئے گی، قدامت دم توڑ رہی ہے، نئے افکار جنم لے رہے ہیں۔ آج دنیا کی نگاہیں مشہور ماہر نفیات سگنڈ فرائیڈ کی طرف ملتجانہ انداز میں اٹھی ہوئی ہیں۔ اردو ادب بھی ان سے کچھ کہ رہا ہے۔ ان کے قدموں پر عقیدت کے پھول چڑھا رہا ہے۔ اگر فرائیڈ نہ ہوتا تو ہم لاشعور سے یکسر محروم رہتے۔ فرائیڈ نے لاشعور کا پتا لگا کر ہم پر جواہsan کیا ہے اس کے بارے میں ہمارے منہ ہمیشہ گریانوں میں رہیں گے۔ آج جدھن نظر اٹھاؤ لاشعور ہی لاشعور کا جلوہ نظر آتا ہے چونکہ لاشعور فہن کے اس عقیبی حصہ کو کہتے ہیں جو بالکل تاریک ہے اس لئے جو حصہ بالکل تاریک ہے وہی لاشعور ہے۔ اکثر لاشعور اور شعور میں جنگ بھی ہو جاتی ہے۔ جس کی بناء پر لاشعور معدے میں چلا جاتا ہے جس سے ہمیں بہت سے نقصانات پہنچتے ہیں مثلاً خواب صاف نظر آتے اور اکثر اسی وجہ سے قبض بھی ہو جاتا ہے۔ شعور کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ لاشعور سے لڑا بھڑانہ کرے، یہ عادت اچھی نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم تحت اشعار سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ شعور اور لاشعور کی جنگ کو ہر ممکن طریقہ پر روکنے کی کوشش کرے ورنہ اس سے اعصابی نظام کو خاطر خواہ دھکا لگنے کا اندر یہ پیدا ہو جانے کی امید بھی کی جاسکتی ہے اور نہیں بھی کی جاسکتی۔ ہمیں معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ شعور نے (Super Ego) کو بے طرح شدے رکھی ہے جس کی بناء پر (Super Ego) نے ایک الگ پارٹی بنائی کہ لاشعور کی صاحب زادی (I.Q.) کو ڈھمکیاں دینا شروع کر دی ہیں۔ یہ حدود رجہ سفلہ پن ہے۔ بھلا لاشعور سے کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ ہم شعور سے درخواست کریں گے کہ وہ (Super Ego) کو قابو میں رکھے ورنہ بہت زیادہ خوشنگوار تھا مج پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔ (Super Ego) اپنی حرکتوں سے بازنہ آیا تو اردو ادب ضرورت سے زیادہ متمنی اور پرہیزگار ہو جائے گا اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس سے مولانا ای نظام حیات کو کافی تقویت پہنچ جائے گی، جس کے لئے کوئی بھی ترقی پسند کسی قیمت پر تیار نہیں ہو سکتا لہذا اسیں ہر اس شخص سے جو اردو سے ذرا بھی لگا ڈرختا ہے، یہ استدعا کروں گا کہ وہ لاشعور پر شعور کو کسی طرح غالب نہ ہونے دے۔

### کچھ اس شمارے کے متعلق

اس شمارے میں آپ کو نئے بھی ملیں گے اور پرانے بھی۔ پرانے سے مراد رجعت پسند نہیں بلکہ وہ ترقی پسند ہیں جو کافی مشہور اور کہنے مشق ہو چکے ہیں۔ ان میں کرم چندر کی ہستی محتاج تعارف نہیں۔ آپ کا افسانہ، امروود کا درخت، ایک بہترین تخلیق ہے۔ افسانہ پڑھ کر قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس افسانے کا عنوان، امروود کا درخت کیوں ہے۔ بظاہر ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو اپنی بیوی کو رخصت کرا کر اپنے گھر لا رہا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس افسانے کا ہیروا یک امروود کا درخت نظر آئے گا۔ اگر خورد بیٹن لگا کر معاشرہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ امروود کے درخت سے مراد ہندوستان ہے..... اگر یہ دونوں بھی نہیں تو ایشیا کا کوئی اور ملک..... بہر حال اس افسانے کو امروود کے درخت پر بینچ کر پڑھئے تو زیادہ لطف آئے گا۔

فریدہ چلغوزہ آپ کو اس بار ایک نئے روپ میں نظر آئیں گی۔ آپ کا افسانہ ”کریلا اور نیم چڑھا“ سماج کی کھنچتی ہوئی رگوں کے لئے نشر ہے۔ اس میں ایک ایسی لڑکی کی نفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو خود کو تہاں محسوس کرتی ہے، اس لئے نیم پر چڑھ کر کریلا کھاتی ہے۔ فریدہ چلغوزہ نے کریلے کے روپ میں بھی حیات کو جس انداز میں اجاگر کیا ہے، اس کی مثال ملنا دشوار ہے۔ فریدہ چلغوزہ کو فخر کرنا چاہئے کہ غیر ملکی ادیب ان کے خیالات چرا لیتے ہیں۔ فرانس کی مشہور ادیبہ میڈی موزیل ویراں مستقل طور پر ان کا تقطیع کرتی ہے۔

زہر مہرہ خطائی اپنی بے پناہ مسکراہٹ کے ساتھ اس بزم کو جگہا رہے ہیں۔ آپ کا مزاج لطیف ”چینکنے سے پہلے“ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اسٹینن ریکاک نے آپ کے مزاجیہ مضامین کا گہر امطالعہ کیا ہے۔ تفضل حسین کا مقالہ شمارے کی جان ہے۔ آپ نے اس بارز راعت اور نفیات جیسا کذہب موضوع انھیا ہے اور اپنے مقصد میں سو فیصدی کا میاب ہوئے ہیں۔ اردو میں اس قسم کے مقالات کم ہیں۔

حصہ نظم کو بھی آپ گوناں گوں رجحانات اور نظریات سے مزین پائیں گے۔ شعراء میں کلیل قضائی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی نظموں میں نیس ہے، درد ہے، ترقب ہے، آنسو ہیں، کراہیں ہیں اور جھیں ہیں۔ آپ مسکراتے بھی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رونے کا ارادہ کر رہے ہوں۔ آپ کی نظم ”بائے پسیہا“ اپنا جواب نہیں رکھتی۔

نمک سلیمانی اس بزم میں نووارد ہیں۔ لیکن وہ جو کچھ بھی لے کر آئے ہیں خوب ہیں..... اگر آپ غور سے دیکھیں تو ان کی نظم میں آپ کو ایک قسم کا مخزوٹی ابھار نظر آئے گا۔ نظم آہستہ آہستہ اٹھ کر نقطہ عروج تک جاتی ہے اور پھر نقطہ آغاز کی طرف پلٹ آتی ہے۔ اس الٹ پھیرنے جو بیضادی کیفیت پیدا کر دی ہے اسے سمجھنے کے لئے وجد ان صحیح کی ضرورت..... وغیرہ وغیرہ۔ کتاب گھر کی پیشکش ایڈیشور میں بالکل اسی قسم کا ہونا چاہئے اگر آپ اسے اور زیادہ زور دار بناتا چاہئے ہیں تو شمارے میں شرکت کرنے والے حضرات کو غیر ملکی مصنفوں کا حریف ثابت کرنے کی کوشش کیجئے۔ مالٹائی، طالسطانی اور ناٹس ہارڈی کو طامس ہارڈی لکھئے۔ کیونکہ اردو کے حروف تہجی میں ”ٹ“ کا وجود بالکل نہیں پایا جاتا۔

رسالے میں ادارہ کی طرف سے ہر ماہ کچھ اعلانات بھی شائع کیے جاتے ہیں جو اس قسم کے ہوں گے۔ جواب طلب امور کے لئے دفتر تک آنے کی زحمت گوارا فرمائیے۔

اپنے مضامین کے پروف پڑھنے کے لئے خود تشریف لائیے ورنہ ادارہ کتابت کی غلطیوں کا ذمہ دار نہ ہو گا۔ مضمومین پسل سے لکھ کر روانہ کیجئے۔ اکثر مضامین خوش خط نہ لکھنے ہونے کی وجہ سے اشاعت سے محروم رہتے ہیں۔

مضامین بلا معاوضہ نہیں شائع کئے جاتے، اس لئے مضامین کے ہمراہ مبلغ دس روپے بذریعہ منی آرڈر ار سال فرمائیں۔ صرف وہی مضامین قبول کیے جائیں گے جو منی آرڈر فارم کے کوپن پر لکھے ہوں گے۔

لیجئے، میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ اگر آپ نے اب بھی رسالہ نہ کالا تو حشر کے دن آپ سے سمجھاؤں گا۔



# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

اور اب تو گدھے کو بڑی طرح غصہ آ رہا تھا..... پچھا ہی نہیں چھوڑتے لوٹھے کسی طرح..... کوئی پیٹ پر لاتیں جمارہا تھا۔ کوئی ایال تھام کر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی دم اینٹھر رہا تھا۔ کوئی بلند آواز سے سوچ رہا تھا کہ اس کی دم میں کنسترانڈھ کر ایک موٹا سا ڈنڈار سید کر دیا جائے۔ ان انوکھی اور خطرناک تجویزوں پر اس کا دل لرزرا ٹھا۔ اگر اس وقت اس کو دھوپی مل جاتا تو شاید وہ اس کا خون پی لیتا۔ ایک تو دن بھر کی محنت لیتا ہے کبھی بھارا گرموں میں آ کر چھپتی بھی دی تو اگلی ناٹگوں میں رسی باندھ دیتا ہے۔ کوئی کہاں تک خلکھل کھائی۔ ہر ابھر اکھیت دیکھ کر طبیعت لپچا ہی جاتی ہے۔ کھیت کی طرف کیا رخ کیا۔ موت کو دعوت دی۔ کھیت والے سے بھی فجع جائے تو یہ لوٹھے کہاں چھوڑتے ہیں۔ کاش اگلی ناٹگیں۔ بندھی نہ ہوتیں۔ وہ دولتیاں جھاڑتا کہ مزاج درست ہو جاتے۔ یکا یک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کئی لڑکے ایک ساتھ اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے ہوں اور ساتھ کسی موٹی سی بکھی نے باسیں آنکھیں میں جہاں چیپڑ لپٹا ہوا تھا ڈنک مار دیا۔ اس نے احتجاجا پنے باسیں کان کو جنبش دی اور دل ہی دل میں دھوپی کو گالیاں دینے لگا۔ سور <http://www.kitaabghar.com> الو کا پٹھا۔ ناٹگیں نہ جانے کیوں باندھ دیتا ہے بازاںی سیر و قفرخ سے۔ مگر سیر و قفرخ کیسی؟ ہر یالی بغیر تو زندگی اجیرن ہے۔ صرف خلکے پر کیوں کر بسر ہو۔ اس میں وٹامن کہاں۔ کلو روفل کہاں؟ کئی بار کہا کہ بطور ڈرنس الاؤنس ہری گھاس کا بھی اضافہ کر دے۔ مگر لال پیلی آنکھیں دکھا کر ”ڈی، آئی آر“ کی دھمکی دیتا ہے حرامی۔ سرمایہ دار کہیں کا۔ الو کا پٹھا۔ کتا تو مزے اڑائے جو سالا گھر کا نہ گھاث کا۔ اور جو دن رات خون پینہ ایک کر کے اس کے ایوان کی سرت کی بنیادیں رکھے۔

اس طرح خواری کی زندگی بس رکھے۔ آخر نجات کیوں کرو؟ کیا کیا جائے۔ اب نہیں سہے جاتے مظالم <http://www.kitaabghar.com>

دھلتا ایک تدبیر اس کے ذہن کے عقیقی حصے سے شعور میں جھاٹکنے لگی۔ کیوں نہ گدھوں کی ایک مینگ کا لکر کے بالاتفاق آراء ایک جماعت کی بنیاد ڈالی جائے، ایسی جماعت جو اپنے حقوق کے لئے لڑ سکے۔ اپنے نمائندہ کا انتخاب کر کے آئین ساز اسمبلی میں اپنی آواز بھی پہنچا سکے۔ اور وہ... اس کا کیا پوچھنا۔ تدبیر تو وہ سوچ جسی ہے کہ اگر کامیاب ہو گئی تو اس کا لیڈر رکھنا جانا اتنا ہی یقینی ہے جتنا ایسی صورت میں دھوپی کا انتقال کر جانا۔ لیڈری کا خیال آتے ہی اس نے دونوں کان کھڑے کر لئے بالکل اسی انداز میں جیسے ایک لیڈر تقریباً ختم کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دوصول کرتا ہے۔ اچا کاف ایک شریر لڑکے نے اس کے سر پر ایک موٹا سا لٹھر سید کر دیا۔ گدھے کی آنکھوں تلے اندر ہیرا آگیا اور اس دھند کے میں اسے بہت سی رنگ بر گئی ساریاں سرسراتی نظر آئیں۔ ساریوں میں جھلکتی ہوئی نقری ناٹگیں رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ناٹگیں ساریاں ہری گھری گھاس میں تبدیل ہو گئیں۔ ایک اور لٹھ پڑا۔ گدھا جھنجھلا اٹھا۔ ”نامن“ اس نے پاس کھڑے ہوئے لڑکے سے کہا جو اپنے میلے کھلے کرتے کی آستین سے بار بار ناٹ صاف کر رہا تھا۔ ”بھلا میں ایسی صورت میں کیوں کر دوڑ سکتا ہوں جب کہ میری ناٹگیں بالکل بندھی ہوئی ہیں“ لڑکوں نے آنا فاناری کھول ڈالی۔ گدھے نے ”تھینک یو“ کہتے ہوئے دوستی جھاڑی اور یہ جا وہ جا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوٹھوں کی نظروں سے او جھل ہو گیا۔

کھائیاں اور نالے پھلانگتے ہوئے اس کی سانس پھول گئی تھی۔ شہر کی چوڑی سڑک نظر آتے ہی اس نے اپنی رفتار اس لئے دھیمی کر دی کہ کہیں کسی فوجی لاری سے ٹکرنا ہو جائے۔ نہ جانے کیوں فوجیوں سے زیادہ ان کی دیوبیکر لاریوں سے ڈرگتا تھا۔ جن میں نہ حسن نہ رنگینی۔ بس بھر بھر کر کے فرائی بھرا کرتی ہیں۔ اندھی کہیں کی۔ اسے اپنی محبوبہ کا خیال آگیا۔ جس کی ایک ناٹگی نہیں لاریوں کی نذر ہو گئی تھی۔ اس

کی چپڑ سے بجھ جاتی ہوئی آنکھوں سے دو آنسو نکل کر نکھیوں کی قطار کو درہم برہم کرتے ہوئے رخساروں پر ڈھلک آئے..... ہائے رے مفلسی..... وہ اپنی محوبہ کے لئے بیساکھیاں بھی تو نہ خرید سکا تھا۔ اسے ایسے محسوس ہونے لگا جیسے فور ڈھوٹ فیکٹری کی موٹر ساز مشینوں کے پہنے اس کے ذہن میں تیزی سے گردش کر رہے ہوں..... موٹر میں بن رہی ہوں۔ اس کی محوبہ کی ناگ میں یونین جیک لہرار ہا ہو..... مسٹر فور ڈھوٹ بیساکھیوں کی مدد سے سڑک پر ریگ رہے ہوں.....

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”وہب“ سلسلہ خیال ٹوٹ گیا..... اس نے سراٹھا کر دیکھا تو ایک بڑی سی جغا دری بھیں کھڑی سینگیں تو لتی نظر آئی..... غالباً ان خیالات میں وہ بھیں سے لکڑا گیا تھا۔

## کتاب گھر کی پیشکش

”دیش آل رائٹ“ بھیں نے مسکرا کر کہا اور پاس کے کیفے میں گھس گئی۔

”الوکی پٹھی“ گدھا زیر لب بڑا بڑا یا..... بڑا ناٹا ہے سینگوں پر سالی کو..... سینگ؟..... وہ خود بخود چونک پڑا..... اگر سینگ مار دیتی تو؟..... ایک وہ ہے سینگوں سے محروم..... سینگوں کی عدم موجودگی ہی تو اس کی مظلومیت کا باعث ہے..... اگر سینگیں ہوتیں تو دھوپی بھی مساویانہ برتاو کرنے پر مجبور ہوتا..... اسے قدرت کی بے انسانیوں پر غصہ آگیا..... بھیں، ایک ناکاری جانور..... تھا ان پر بندھے بندھے دودھ دینے اور چارہ کھانے کے علاوہ اور کس کام کی ہے..... اس پر تشدید بھی تو نہیں ہوتا..... آخر سے سینگوں کی کیا ضرورت ہو سکی ہے۔ اس غلط بخشی پر غصہ نہ آئے تو اور کیا ہو۔ بے انصافی کا یہ عالم ہے اور بنتے ہیں بھگوان..... او نہہ..... اس کے سینے میں بغاوت کا جواہا مکھی پھوٹ پڑا۔ قریب ہی خچر گاڑیاں جاری ہی تھیں۔ کیا شاندار زندگی ہے ان کی وہ سوچنے لگا..... ایک وہ ہے دھوپی کا گدھا جو گھر کا بھی ہے اور گھاٹ کا بھی۔ مگر پھر بھی یہ حال کہ جہاں اب سے ایک ہزار سال پہلے تھا وہیں آج بھی ہے۔ آخر کیوں؟..... دھوپی بھن دھوپی..... دھوپی ہی ان ساری ڈالتوں کے ذمہ دار ہیں..... دھوپیوں کی خود غرضانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت نے اس کی قوم کو آگے نہ بڑھنے دیا..... وہ گز بڑا گیا..... ایک نوجوان خچر نی اسے آنکھ مار رہی تھی..... اس کے ذہن میں غالب کاشتر گونج اٹھا

سادگی و پرکاری بخودی وہ شیاری

حسن کو تغافل میں جرأت آزمایا

لفت تو مل رہی ہے، اس نے سوچا کیوں نہ اس سے رومانس لڑایا جائے۔ اف یہ صاف شفاف آنکھیں..... چمکدار سڑوں بدن..... گدرائی ہوئی نانگیں..... اور کیا چاہئے محبت میں.....

اس نے اسی گاڑی کے ساتھ ساتھ چلنے شروع کر دیا جس میں وہ خچر نی جتی ہوئی تھی۔ خچر نی کا پارٹنر گردن اکڑائے ہوئے بڑی شان سے چل رہا تھا۔ وہ ایک زبردست خچر تھا۔ اسے دیکھ کر گدھے کو احساس کرتی ہونے لگا اور خوف بھی معلوم ہونے لگا کہ کہیں پٹائی نہ کر بیٹھے۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ کہیں خچر نی احمق تو نہیں بنا رہی، بھلا اس خچر کے سامنے اس کی کیا ہستی ہے۔ مگر پھر یہ سوچ کر محبت دور و حوصل کے اتصال کا نام ہے نہ کہ دو جسموں کے اتصال کا نام۔ اس نے اپنے دل کو ڈھارس بندھائی اور خود بھی ماڈرن فاکس نراث کی دھن میں سیئی بجا تا ہوا اکڑ اکڑ کر چلنے لگا۔

## کتاب گھر کی پیشکش

”اوہ! ویری سویٹ“ خچر نی نے اس کی طرف سر گھما کر آہستہ سے کہا۔

”شرمندہ کر رہی ہیں آپ“ گدھے نے سیٹی روک کر لجاتے ہوئے کہا۔

”نہیں واقعی ہو بہو ہی اسماں ہے..... کیا آپ پرسوں فریز رنگ میں تھے؟“ خچر نی بولی۔

”وہاں تو میں ہر ہفتہ جاتا ہوں۔“ گدھے نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آج تک کوئی پروگرام مس ہی نہیں کیا۔“

”اوہ! دلایا یکندلو میٹ یو۔“ خچرنی نے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

خچرنی کے پارٹر نے دم اٹھا کر چند غصیلی آوازیں نکالیں۔ اس پر خچرنی نے اس کی طرف دیکھ کر اس طرح آنکھ ماری گویا گدھے کے والوں رہی ہو..... اس کے پارٹر نے مسکرا کر دم پیچی کر لی۔

”کیوں نہ تم لوگ آرکچو میں چل کر ایک ایک گلاس شیری پیجیں“ گدھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو چینکس،“ خچرنی نے سادگی سے جواب دیا۔ ”میں اس وقت بہت بڑی ہوں۔ البتہ کل اسی وقت وہاں مل سکوں گی۔“

”ریلی؟“ گدھے نے کان ہلاتے ہوئے کہا۔

”قطعاً،“ خچرنی بولی۔

”چیز یو“

”چیز یو“

خچرگاڑیاں ایک طرف ہو لیں..... گدھا اس وقت تک وہاں کھڑا رہا جب تک کہ وہ دوسری طرف نہ مزکنیں۔ کل کی شام ایک حسین شام کے۔ وہ سوچنے لگا۔ مگر حیرت اس پر ہے کہ وہ خواہ مخواہ اس کی طرف متوجہ ہی گیوں ہوئی۔ اور پھر وہ تھیں آمیز انداز گفتگو۔ ضرورت ہی کیا ہے کہ اس موضوع پر کچھ سوچا جائے۔ اس سے کیا غرض کہ ایسا کیوں ہوا..... بہر حال ہوا..... آج کی مشغول دنیا میں ”کیوں“ کا سوال اتنا ہی دقیانوںی ہے جتنا کہ اس خرابے کا نام دنیا ہی کیوں رکھا گیا۔ آموں کی اس مقدار سے مطلب جو پیٹ کی نذر ہو رہی ہے نہ پیڑ گئے سے۔

”بڑے مگن نظر آرہے ہو۔“ پیچھے سے آواز آئی۔

وہ چوک پڑا۔ اس کا حریف دھوپی کا کتا زبان نکالے کھڑا ہانپ رہا تھا۔

”جی۔“ گدھے نے روکے پن سے کہا۔

”کچھ ناراض معلوم ہوتے ہو۔“ کتاب مسکرا کر بولا۔

”جی ہاں..... پھر؟“ گدھے نے کتنے کو تین نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”مزاج درست ہیں یا نہیں؟“ کتنے دم سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ ”نجانے خود کو کیا سمجھتے ہو۔“

”دیکھو مجھ سے تیز سے بات کرو..... کئی بار سمجھا چکا ہوں،“ گدھا تیزی سے بولا۔

”اچھا؟“ اب کتنے کی دم اسکی کمر پر دائرہ بنارہی تھی اور نچلے جزرے کی کوریں تھرھرانے لگی تھیں۔ غراہٹ آہستہ بلند ہو رہی تھی۔ قبل اس کے کہ وہ گدھے پر جھپٹ پڑے ایک موٹے انگریز کا گرے ہاؤڈ اس پر جھپٹ پڑا۔ دھوپی کے کتنے کی دم سیدھی ہو گئی اور آہستہ آہستہ پچھلی ناگنوں سے گزرتی ہوئی پیٹ سے جا گئی۔ پچھلی ناگنوں کے بل جھکتے ہوئے اس نے اپنے دانت نکال دیئے۔ صبح انگریز نے پلت کر سیٹی بجائی اور گرے ہاؤڈ دھوپی کے کتنے کی دم سوٹکر اس کے پیچھے ہو لیا۔

”پر دلی سمجھ کر چھوڑ دیا اور نہ.....“ دھوپی کے کتنے جھینپ مٹانے کی کوشش کی۔

گدھے نے قہقہہ لگایا۔ ”بہت اچھا کیا۔“

”چھوڑ دیجی۔“ کتنے کہا۔ ”چلتے ہو کہیں۔“

”کہاں“

”زور اور یا کی طرف،“ کتاب پچھلی ناگنوں سے پیٹ کھجالتا ہوا بولا، ”میں تو اکتا گیا ہوں ان آبادیوں سے۔“

”کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

شیطان صاحب (ابن صفی مزاجیہ مضمایں)

”بس کرم کیجئے..... بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں“۔ گدھے نے دانہی ناگ کے اوپر جوڑ پر کی کھال کو ذرا سی جنبش دے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب صاف ہے۔ ہماری قوم بہت ہی امن پسند ہے۔ ایک گدھا آج تک کسی دوسرے گدھے کے لئے مہلک ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی کسی گدھے نے یہی کوشش کی کہ دوسرے پر اپنی برتری کا رعب ڈالے، ہم سب برابری اور بھائی چارے کے قائل ہیں۔ ہم سب وہی کھاتے ہیں جو ایک کھاتا ہے۔ ہم سب کڑی محنت کے عادی ہیں۔ اونچی نیچے کے جرا شیم سے ہماری قوم ہمیشہ پاک و صاف رہی ہے۔۔۔۔۔“

”ذرائعہ رو“ کتنے نے بار بار اپنی آنکھ پر حملہ کرتی تکمیلی کو ہڑپ کرتے ہوئے کہا ”آخر اس پیچھر کا مطلب؟ تم ہمیشہ سے چھیڑ چھیڑ کر لڑتے چلے آئے ہو..... ان ساری باتوں کا مفہوم سوائے میری قوم کی تذلیل کے اور کیا ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔۔ مجھے تسلیم ہے کہ میری قوم ان خوبیوں کے مقابل نقائص کی حامل ہے مگر تمہیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہم اس کیلئے مجبور ہیں۔ کچھ قدیم روایات اور کچھ تقاضائے فطرت کی بناء پر ہم آج تک اپنی ان عادات سے پیچھا نہ چھڑا سکے..... تکلف بر طرف سچ پوچھو تو ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ باعث فخر اس لئے کہ یہ نظام فطرت کے عین مطابق ہیں..... کیونکہ نظام کمی اور پاثابت نہیں ہوا جو نظام قدرت کے خلاف ہو۔ بھائی چارہ قسم کی تحریکیں عارضی اور قوتی ضرورت کی ایجاد ہیں اور.....“

”اماں پوری بات تو سنی ہوتی تم تو نیچے ہی سے لے اڑے۔۔۔۔۔ میں اس وقت بالکل سیاسی گفتگو کے موڑ میں نہیں ہوں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ میری قوم میرا حریف نہیں پیدا کر سکتی۔۔۔۔۔ میرا حریف اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف انسان ہے اور دریا کی طرف اہلہ ہاتے ہوئے کھیتوں کے درمیان اس حریف کا سامنا لیتی ہے۔ کیونکہ وہاں پہنچ کر میرے لئے اپنے فطری حق کے لئے جدوجہد ضروری ہو جائے گی۔۔۔۔۔ فطری حق سے میری مراد ہریاں ہے۔۔۔۔۔ اور یہ تم جانتے ہو کہ حق طلبی اور لاٹھی چارج میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ تفت ہے۔۔۔۔۔ خدا شمن کو بھی انسان نہ بنائے اس سے تو کہتے ہیں بھلے۔۔۔۔۔“

”دیکھو دیکھو تم نے پھر وہی چھیڑ چھاڑ شروع کی“ کتنے کہا۔

”تم تو ہوزرے آدمی“ گدھا گردن جھنک کر بولا ”ارے بابا میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے انسانوں سے زیادہ کتنے پسند ہیں۔“

”خیر۔۔۔۔۔ مار گولی۔۔۔۔۔ چلنے کی کیا رہی“ کتنے چاروں ناگوں آگے پیچھے پھیلا کر ایک طویل انگڑائی پیش کرنے لے کر دیا۔۔۔۔۔ گدھے نے لاپرواں سے کہا۔

”اس کی فکر نہ کرو، کتنا بولا“ اگر تمہاری طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اس بری طرح کاٹوں گا کہ سالا پا گل ہی ہو کر مرے گا۔“

”یہ بات؟ تو آؤ“ گدھے نے اپنے بائیں پہلو پردہ رسید کرتے ہوئے کہا۔

دونوں آہستہ آہستہ دریا کی طرف چل پڑے۔ راستہ بھر تفریحی گفتگو ہوتی رہی۔ گدھے نے کتنے کو آج والے معاشرتے کی داستان خوب مزے لے کر سنائی۔ کتنا راستہ بھر کتیوں کو دیکھ دیکھ کر دانت پر دانت جمانے ”کوں کوں“ کرتا رہا۔ گدھا اسکی حرکت پر اسے ڈاٹھا جا رہا تھا۔

”تمہاری یہی لفڑی تو مجھے ناپسند ہے۔۔۔۔۔“

”واہ بیٹا..... تم کرو تو عاشق اور میں کروں تو لوفر کہلاوں۔۔۔۔۔ آگئے نا اصلیت پر؟۔۔۔۔۔ ارے صاحب زادے پھر کہتا ہوں کہ یہ برابری اور بھائی چارہ سب ڈھونگ ہے۔ اس وقت تم نے بالکل آدمیوں جیسی حرکت کی ہے۔ آدمیوں میں رہ گرتم کسی طرح اپنا گدھا پن برقرار نہیں رکھ سکتے۔۔۔۔۔ کچھ نہ کچھ آدمیت آہی جائے گی۔۔۔۔۔ ان حضرات انسان کا بھی عجیب حال ہے۔ اگر کسی رئیس کی لڑکی کسی مرد کے ساتھ جنسی تعلق قائم کر لیتی ہے تو محبت کرنے والی کہلاتی ہے۔ اگر کوئی غریب لڑکی اس فطری تقاضے کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئی تو جانتے ہو وہ کیا ہو جاتی ہے؟۔۔۔۔۔ وہ کہلاتی ہے۔۔۔۔۔“ آوارہ اور آبرو باختہ۔۔۔۔۔“

”اوہ نہ“ گدھے نے کان ہلا کر کہا، ”پھر بور ہونے لگے..... سنو میں نے ایک بلینک ورس کی ہے۔ دونوں دریا کے کنارے سربرز کھیتوں میں پہنچ چکے تھے۔ چاروں طرف سننا تھا۔ گدھے نے موقع مناسب جان کر منہ مارنے شروع کئے۔ خوش بختی سے کتے کو بھی قریب ہی ایک بکری کے پنج کی سڑتی ہوئی لاش دستیاب ہو گئی۔

”ہاں وہ تمہاری نظم کا کیا ہوا..... سن اچلو“ کتنے قریب بیٹھے ہوئے گدھوں اور کوؤں کو دھمکی دے کر بڑی سی بوئی نکالتے ہوئے کہا۔

”ہوں..... سنوں“ گدھے نے سر ہلا کر منہ چلاتے ہوئے کہا ”نظم کا عنوان ہے ”فرار“۔

سرمی رات ابھی اور بھی بجائے گی

یہ ممکن ہے کہ تاروں کی یہ افشاں ایسے دوست

وقت کی زلف یہ تاب سے اکتای ہوئی

رسماتی ہوئی بوندوں کی طرح ڈھل جائے

یہ بھی ممکن ہے کہ شبم کے دمکتے موتي

بھرا سود کے اچھلتے ہوئے قطرے بن جائیں

کتاب ہری پیش

پر یہ ممکن نہیں اس سرو دیسہ رات میں اب

اپنے نغموں سے فضاوں کو نہ بیدار کروں

کیا یہ ممکن ہے کہ طبلے کی دھمک پر اے دوست

ایک رقصہ کے پائل کی چھنک چپ رہ جائے

کیا یہ ممکن ہے کہ ساون کی گھٹاؤں تملے

ایک سیخوار کی توبہ سلامت رہ جائے

یہ یہ رات ہے مضراب مجھے چھیرتی ہے

اور میں ساز ہوں نغمات بکھروں گا ضرور

میرے نغموں کے تلاطم سے مجھے کہنے دو

ایک چلنی سرک آتی ہے غمچا نوں پر

سو نے والوں کو جگا دیتے ہیں نغمے میرے

کتاب ہری پیش

نیندا چٹ جائے جسے سن لے کے وہی ساز ہوں میں

ہاں مگر اپنے لئے، اپنے لئے، اپنے لئے

ایک انیوں ہوں دشمن ہے جو بیدار کی

کاش چھن جائے یہ احساس گراں مجھے کہ میں

ایک درماندہ مسافر ہوں تھکن کامارا

راہ روڈاں دیا کرتے ہیں جس پر اے دوست

بوجھاپنی بھجی ٹھکن کا یہ ستم کیا کہئے

اب یہ سوچا ہے کہ اڑ جاؤں افق کے اس پار  
مرغزاروں میں حسین کھیتوں، چاگاہوں میں  
جن میں سوئی ہوئی اک جھیل بلا تی ہے مجھے  
جس کے سینے میں پرندوں کے لچکتے سائے  
اک حسین جال سامنے ہی رہا کرتے ہیں

تاریکے پیڑ کنارے پر سکوں میں ڈوبے  
اپنی تصویر کا دیدار کرتے ہیں  
ناری سس بھی جنمیں دیکھ کے اے دوست نہ پوچھ  
یوں خل ہو، گہ بھی حسن کا دعوی نہ کرے

کتاب گھر کی پیشکش

کوئی زنجیر گراں روک نہ پائے گی مجھے  
لو چلا، میں یہ چلا، میں یہ چلا!!!

”بہت خوب!“ کتنے نے لاش کو جھکلوں کے ساتھ ادھیرے ہوئے کہا۔ ”مکر ارشاد“

”پھر وہی رسمی اور دیقا نوی باتیں“ گدھے نے چیس بے چیس ہو کر کہا ”کیا تم نے مجھے بھی کوئی مشاعرہ کا شاعر سمجھا ہے.....“

گدھا سر جھکا کر چرنے کا سلسلہ دوبارہ قائم کرنے ہی جارہا تھا کہ ایک بھنا تاہوا اللھا ایک ناقابل تحریر جوابی بلینک ورس کے ساتھ اس کے سر پر پڑا۔

”ارے باپ رے باپ“ کہہ کر گدھے نے چلا گا لگائی۔ کتنے کے مند سے بلباہث بلند ہوئی۔ اچھلتے وقت گدھے کی نانگیں اس کے سر پر پڑی چھیں۔

”مہمرو تو جانا“ کتنے نے گدھے کے پیچھے دوڑتے ہوئے کہا ”وہ تو میں جانتا ہی تھا کہ تیرے دل میں کینہ ہے کتنا ہی محبت کا برتاو کروں پر تیرے دل سے دشمنی کی لکیرنیں مت سکتی۔ اچھا بیٹا کھال نہ کھیلی ہو تو سہی..... جاتے کہا ہو؟“

گدھے پر بد جواہی طاری تھی بغیر کچھ کہے ہوئے اپنی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا..... غلط فہمی نے کتنے کو بھی اس کا دشمن بنایا تھا..... وہ سوچ رہا تھا کہ اگر آدمی کے لئے سچ بھی گیا تو یہ کتاب چھوڑتا ہے۔ افق میں بڑھتی ہوئی دھنڈا ہٹانے دونوں کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔

**ناری سس:** یونان کا ایک حسین لڑکا۔ اتفاقاً ایک دن ایک جھیل میں اپنا سایہ دیکھ کر خود پرستی کا شکار ہو گیا۔ ایک عرصہ تک بے آب و دانہ وہیں کھڑا اپنے سائے کی طرف ٹکٹک لگائے دیکھتا رہا اور وہیں اس کی موت واقع ہو گئی۔ کچھ دن بعد اسی جگہ ایک پودا اگ آیا جسے (Norcessus) یا نرگس کہتے ہیں۔ (یونانی دیومالا)



# کتاب گھر کی پیشکش

## حقوق و فرائض

<http://www.kitaabghar.com>
<http://www.kitaabghar.com>

آپ کا پیدائشی حق ہے کہ مجھے جی بھر کے مغلظات سنائیں اور میرا خلائقی فرض ہے کہ میں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کروں۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو مدنیت (Civics) سے بالکل ناواقف اور اس قابل ہوں کہ عبرت کے لئے کسی چیز یا گھر کے لئے بند کر دیا جاؤں۔ جہاں بوڑھے تماشیں مجھے دور سے اپنی چھڑیاں دکھائیں اور بچے موگنگ پھلی کے چھلکے میری طرف پھینکیں۔ اس وقت بھی میرا خلائقی فرض یہ ہو گا کہ بوڑھوں کو جھک جھک کر سلام کروں اور بچوں کو دعا نہیں دوں۔ اس کے بجائے اگر کوئی دوسرا فعل مجھے سے سرزد ہوتا ہے تو پھر پاگل خانے کے علاوہ اس وسیع دنیا میں میرے لئے کوئی مقابل جگہ نہیں۔

میرا خلائقی فرض ہے کہ رسائل کے لئے نہ صرف بلا معاوضہ مضمایں لکھوں بلکہ ان کے لئے خریدار بھی مہیا کروں اور ہر "خاص نمبر" دیکھ کر تعریفی خطوط لکھوں۔ ایڈیٹر صاحبان کا پیدائشی حق ہے کہ مضمون ناپسند ہونے پر اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں۔ وہ بھی اس لئے کہ مضمون اپنی نالائقی کی بناء پر اپنے ہمراہ چھپیے کاٹک لانا بھول گیا تھا۔ میرا خلائقی فرض ہے کہ ایڈیٹر صاحبان کی قابلیت اور محتوں کے قصیدے بطرز "قوالی" پڑھتا پھرلوں اور ان کا پیدائشی حق ہے کہ وہ مجھے اس کے صدر میں پسندوں کا باوا آدم بنادیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ میں نے ایک ایڈیٹر صاحب کو "مک چڑھا" کہہ دیا تھا۔ بس پھر کیا تھا برس ہی تو پڑے کہنے لگے "جال ہو، جا کرنفیات کا مطالعہ کرو"..... چنانچہ بارہ گھنٹے تک نفسیاتی تحریر کرتا رہا کہ ان کی ناک ٹیڑھی کیوں ہے..... بڑی مشکل سے سمجھ میں آیا کہ ان کی محبوہ ان کی ناک تمام کر جس طرف گھمادیتی ہے تقریباً چھ ماہ تک ان کا منہ اوہر ہی رہتا ہے... تحقیق کرنے سے پہلے چلا کہ انہیں ایڈیٹر کی راہ پر لگانے والی ان کی محبوہ ہی تھی۔ یہ تو جملہ مخترضہ تھا..... مطلب یہ ہے کہ میرا خلائقی فرض یہ بھی ہے کہ ایڈیٹر صاحبان کے حسن کی بھی تعریف کروں ورنہ جاہل بھی ہوں اور نفیات سے بھی بے بہرہ..... بہر حال قدم پر اخلاقی فرائض اور پیدائشی حقوق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

میرے پڑوسیوں کا پیدائشی حق ہے کہ وہ دو بجے رات تک "قوالی" کرتے رہیں اور میرا خلائقی فرض ہے کہ کافیوں میں انگلیاں ٹھونس کر سونے کی کوشش کروں..... اور صحیح انٹھ کر مسکرا کر ان سے کہوں "واللہ کیا کیا قوالیاں ہوئیں..... مگر وہ قوالی کیوں نہ ہوئی؟ میرے مولا بلا لوم دینے مجھے۔

اگر میں ناکام محبت یا ادیب ہوں تو میرا خلائقی فرض ہے کہ خوب دل کھول کر شراب پوں اور طوائفوں کے کٹھوں کے چکر کاٹوں اور ایسا نہیں کرتا تو آپ کا پیدائشی حق آپ کو یہ کہنے پر مجبور کر دے گا کہ میری پچھلی سات پستوں میں نہ کسی نے محبت کی ہے اور نہ کوئی ادیب ہوا ہے اور آئندہ نسلوں میں نہ محبت کرنے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے اور نہ ادیب بننے کی.....

اگر میں آپ سے عمر میں چھوٹا ہوں تو میرا خلائقی فرض ہے کہ آپ کو سلام کروں اور آپ کا پیدائشی حق ہے کہ آپ مجھے سلام نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ بچوں کو سلام کیا کرتے تھے۔

اگر میرا کوئی بزرگ مجھ پر بے جا الزام لگائے تو میرا خلائقی فرض مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دے گا۔ ورنہ الزام کی تردید کے سلسلہ میں میرے بزرگ کا پیدائشی حق مجھے نالائق قرار دینے پر مجبور ہو جائے گا۔

میرا خلائقی فرض ہے کہ ہر ملنے والے سے خواہ خواہ پوچھوں "آپ کے کتنے بچے ہیں..... ان میں کتنے بالغ ہیں اور کتنے نابالغ، کتنے

مختون اور کتنے غیر مختون ..... کتنے دودھ پیتے ہیں اور کتنے انتظار کر رہے ہیں، بچوں کی ماں کیسی؟ اگر بیمار ہیں تو علاج کس کا ہو رہا ہے اور کب تک مر جانے کی امید ہے ..... بچے اسکوں جاتے ہیں یا خیراتی ہسپتال۔ بچوں کی نافی اماں کیا عمر ہے، ان کے دانتوں کے درد کا اب کیا حال ہے ..... انہیں ”ڈنگرے کا باال امرت“ استعمال کرائے۔ کون سا ہمیر آئل استعمال کرتے ہیں آپ؟ پشاور ہمیر آئل؟ بھی واللہ کمال کر دیا۔ آج کل تو بہت مہنگا ہو گا، آپ چرخہ ہمیر آئل کیوں نہیں استعمال کرتے ..... وغیرہ وغیرہ۔ اگر میں نے اتنی بکواس کرنے کی بجائے صرف ”مزاج شریف“ پر اکتفا کی تو اس ملنے والے کا پیدائشی حق ہے وہ مجھے ضرور مفرود رکھ دے۔

میرا اخلاقی فرض ہے کہ اپنے ہر عزیز کے چھ ماہ کے صاحبزادے کو جھک کر آداب کروں، ان کی مزاج پری کروں، انہیں اپنی ڈاڑھی پکڑنے دوں ..... ان کے سامنے طرح طرح کے منہ بنا کر ”میاں میاں“ کروں، ان کے سامنے سیٹیاں بجا کر قلابازیاں کھاؤں ..... ان کی ”غون غا.....“ اس طرح کان وھر کرسنوں جیسے کسی لیڈر کا لپکھر سنتا ہوں۔ ان کی نسخی منی ٹھوڑی اپنی انگلی سے سہلاتے ہوئے تلا تلا کر کہوں ”للا ہے ..... مٹا ہے ..... بیٹا ہے ..... بھیا ہے ..... سور کا بچہ ہے ..... الوا کا پٹھا ہے .....“

اگر اس علاوه اور کوئی رو یا اختیار کیا گیا تو میرے عزیزوں کا پیدائشی حق ہے وہ مجھے مدح کہہ کر ناک بھوں سکوڑ لیاں کریں ..... میرا اخلاقی فرض ہے کہ اپنے دوستوں کی چیزوں کی تعریف کروں۔ انہیں راہ چلتے روک کر کہوں ”آج تو بہت فخر ہے ہو، یہ سوت کہاں سے سلوایا؟ کپڑے کا کیا کہنا اب تو آنکھ میں لگانے کو بھی نہیں ملتا۔ اور یہ گھڑی ..... روم رہے کیا؟ بھی اب تو یہ مارکیٹ میں ہے بھی نہیں ..... ایک سو بیس میں خریدی تھی؟ ..... آج کل شاید تین سو میں بھی نہ ملے ..... بڑے غصب کی مہک ہے ..... کون سا لوٹر استعمال کرتے ہو ..... اوہ ”ڈھمپوڈی کھاچ کھاچ“؟ بھی میں تو ترس گیا اس لوٹر کو ..... کہاں سے منگوایا تھا؟ ..... یار مجھے بھی منگوادا ایک عدد ..... جوتا پہنے تو تمہاری پسند سے ..... کتنا کھل رہا ہے ..... اگر یہی تمہاری چند یا پر پڑے تو کہی رہے ..... اوہ یہ خوش رنگ ناٹی!! ..... کاش یہ تمہاری دم میں بندھی ہوتی ..... نہ ہو میں تمہارے سر پر سینگیں ورنہ تمہارے گلے میں ایک عدد گھنٹی باندھ دیتا ..... وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس وقت اتفاق سے میرا ”اخلاقی فرض“ مود میں ہو تو بس سمجھ لججے کہ میرے دوستوں کا ”پیدائشی حق مجھے خود پسند کہہ بیٹھے گا۔

بہر حال ہماری دنیا میں اخلاقی فرائض اور پیدائشی حقوق کی نہ کسی صورت میں ہمیشہ موجود ہے ہیں۔ پروٹوزوے لے کر انسان تک اور اس کے بعد ڈاروں سے لے کر شیخ چلی تک بھی اخلاقی فرائض اور پیدائشی حقوق میں ”بتلا“، نظر آتے ہیں۔ اگر اخلاقی فرائض اور پیدائشی حقوق ہوتے تو آج انسان تپ دق سے محروم رہتا اور باتھیوں کو گنے کی شراب نہ ملتی۔ تپ دق کے جراثیم سے لے کر باتھی تک بھی حیوانات ارتقائی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ مگر ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ سب اخلاقی فرائض اور پیدائشی حقوق کے زینگرانی ہو رہا ہے ..... جراثیم کے پیدائشی حقوق اور پھیپھڑوں کے اخلاقی فرائض میں چوپی دامن کا ساتھ ہے۔ بالکل ویسا ہی جیسا ادب اور زندگی کا ہے ..... باتھیوں کو گنے کی شراب پلانے کے اخلاقی فرائض کی تاریخ کا پتہ پورس کے زمانے کے بعد سے نہیں ملتا۔ جس کی وجہ غالباً یہی ہو سکتی ہے کہ انسان ارتقاء کے بعد سے تہذیب یافتہ ہوتا گیا ..... اور جب اس نے دیکھا کہ ہاتھی گنے کی شراب پی لینے کے باوجود بھی پلٹ کر اس پر اپنے پیدائشی حقوق جانا گے ہیں تو اس نے انہیں شراب پلانی چھوڑ دی اور تو پیس بنانے لگا ..... سبی نہیں بلکہ اخلاقی فرائض نے اسے ایسی قوت و ریافت کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایسی قوت جس سے کل کی دنیا اور زیادہ حسین بنائی جاسکے گی۔ ہاں تو کہہ یہ رہا تھا کہ اخلاقی فرائض اور پیدائشی حقوق نہ صرف انسانوں میں پائے جاتے ہیں بلکہ حیوانات بھی ان سے مبرانہیں ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ آئندہ کوئی باتات میں بھی ان کا وجود ثابت کر دے ..... بہر حال سر دست معاملہ حیوانات کا ہے ..... حیوانات میں حقوق و فرائض کی موجودگی کی مثال تلاش کرنے کے لئے آپ کو تھوڑی سی تکلیف گوارا کرنا پڑے گی ..... دو نہیں صرف افریقہ تک چلنا ہے ..... وہ دیکھنے دریائے نایجیر کے کنارے مگر مجھوں کی قطار نظر آ رہی ہے ..... یہ سب دو پھر کا کھانا کھا کر قیولہ یا دوسرے الفاظ میں پیدائشی حق کا مظاہرہ کر رہے ہیں ..... اور چند نسخی منی چڑیاں پھدک پھدک کر ان کے دانتوں میں خلاں کرتی پھر رہی ہیں ..... یہ ان کا فرض ہے کہ ہر روز ان

او نگھتے ہوئے مگر مجھوں کے منہ کی غلاظت صاف کیا کریں..... اور ذرا ملاحظہ ہو کہ یہ مگر مجھے کتنے رحم دل واقع ہوئے ہیں۔ ہر پنیں کرجاتے ان چڑیوں کو..... نہ ہوا ہندوستان ورنہ ان چڑیوں کو اخلاقی فرائض کی ادائیگی کی خاطر خواہ داول جاتی..... نہ جانے کیوں ابھی تک ہندوستانی چڑیوں میں اخلاقی فرائض کا احساس پیدا نہیں ہو سکا۔ حالانکہ یہاں سینکڑوں مگر مجھا پنے پیدائشی حقوق کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں۔ خدا یہاں کی چڑیوں کو عقل سليم عطا کرے۔ آمین

کچھ چڑیوں پر ہی موقوف نہیں یہاں کے سارے حیوانات میں اخلاقی فرائض کی طرف عدم توجیہ کی وبا عام ہے۔ کل سے ساون شروع ہوا ہے..... میری ملی بربی طرح چینی پھر رہی ہے..... اتنی دروناک آواز میں بلینک ورس پڑھتی ہے کہ سن کر کیجھ منہ کو آ جاتا ہے مگر کسی بلے کو توفیق نہیں ہوتی کہ اس کی حزنیہ شاعری کا سلسلہ ختم کر دے..... کیا وہ یونہی چینتی رہے گی..... کوئی نہ سے گا اس کی فریاد..... کاش کوئی بلا اس کی وہنی کشمکش کا راز پالے..... کاش کوئی بلا اسے افق کے اس پارے جائے جہاں محبت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ جہاں اسے چھپڑوں کے خواب نہ دیکھنے پڑیں..... جہاں اور کیا کہوں..... اے بلی کاش تو ایک ترقی پسند اویہ ہوتی..... کاش تو اپنی جنسی تسلیم کے لئے ایک آدھ ”چار پاپی بولتی رہی“، قسم کا نفیاتی افسانہ لکھ سکتی..... کاش تو دو چار اسی قسم کے مجموعے چھپوا سکتی۔ پھر دیکھتی کہ میرا اخلاقی فرض کس طرح تجھے ادبی دنیا میں اچھا دیتا..... میں تیرے فن پاروں پر تنقیدیں لکھتا..... اتنی زوردار کہ تیری جنسی کشمکش اصلاح کا روپ دھار لیتی۔ کتنی میں لکھتا۔

”مشہور ادیپہ کا پہلا مجموعہ ”گڑیاں“ منصہ شہود پر جلوہ گر ہو کر ہاتھوں ہاتھ بک چکا ہے..... اب دوسرا ایڈیشن پلک کے بے حد اصرار پر شائع کیا گیا ہے۔ موصوفہ کا پیدائشی نام دراصل بلی ہے۔ لیکن آپ ادبی دنیا میں الافت شیدائی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ لکھتی ہیں اور بے پناہ لکھتی ہیں..... آپ نے اپنے نو کیلے پنجوں سے سماج کا پیٹ پھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ موجودہ نظام کو اس بربی طرح کھرچا ہے کہ وہ ساری زندگی پھر آیوڑیں کی ماش کرتا رہے گا..... آپ کے افسانوں میں ایک چھین ہوتی ہے..... اور یہ میں یہ چھین افسانوں کے اختتام تک بڑھتے بڑھتے پھوڑا بن جاتی ہے اور پھر یہ بیک یہ پھوڑا پھوٹ جاتا ہے۔ بدبودار مواد بہہ چلتا ہے..... اس مواد میں پہاڑی دریاؤں کی اسی روائی ہوتی ہے..... اور یہ مواد سوسائٹی کے بنائے توانیں کو خیراتی ہستالوں میں بہا لے جاتا ہے..... ڈاکٹر جین اٹھتے ہیں..... نریں بد حواس ہو جاتی ہیں اور پھسلیں کے انجلش تیار ہونے لگتے ہیں۔

موصوفہ کے پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ کے حالات زندگی سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھیں ورنہ افسانوں کا سمجھنا دشوار ہو جائے گا..... موصوفہ ایک اعلیٰ خاندان کی بلی ہیں۔ آپ کا بلا فلمی دنیا میں واحد حنیف کے نام سے مشہور ہے اور شراب پی کر فلمی اکسراوں کے ساتھ پھرے اڑاتا پھرتا ہے..... اب شروع کیجھے ان افسانوں کو..... دیکھنے ہر افسانے کے پس منظر میں واحد حنیف کی بے راہ روی انھکیلیاں کرتی پھر رہی ہے..... اور الافت شیدائی کی آواز لکھنی دروناک ہے۔ کاش ان کا بلا راہ راست پر آ سکتا..... کاش سماج کے سارے بلے کچھ سوچ سکتے..... اس دکھ بھری آواز کا راز پاسکتے..... کاش کوئی بلا واحد حنیف کا پیٹ پھاڑ سکتا..... کوئی نہیں..... کوئی بھی نہیں..... اس وسیع دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو ان ابحنوں کا خاتمہ کر کے سوسائٹی کے بہت سے افراد کو لنگڑا کر چلنے سے بچا لے.....

الف شیدائی کے افسانوں میں Twist کی بہت اس قابل ہے کہ اسے سنہری حروف میں لکھا جائے۔ آپ کی Twist ہی آپ کو دوسری لکھنے والیوں میں ممتاز کرتی ہے۔ آپ کے افسانوں میں Surprise کا غردر کیجھے کرتو یہ معلوم ہوتا ہے جیسے آسکرو انکلڈنے بلی کے روپ میں جنم لیا ہو۔

رجعت پسند آپ پر فخش نگاری کا الزام لگاتے ہیں جو کسی طرح جائز نہیں۔ ان گور بھری کھوڑیوں میں اتنا بھی سیقہ نہیں کہ آرٹ کو سمجھ سکیں..... میں تو یہ کہوں گا کہ یہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ مگر ہم دھرمی سلامت رہے..... اجتنا کی تصاویر یہ دیکھ کر بے اختیار ”آرٹ آرٹ“ کا نعرہ لگا کر الافت شیدائی کے افسانے پڑھنے کے بعد ناک بھوں سکوڑنے والے ہٹ دھرم نہیں تو اور کیا کہے جا سکتے ہیں..... یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی

گمراہ کرتے ہیں..... عوام کو میرا خلصانہ مشورہ ہے کہ اس قسم کے چار سو بیس کرنے والوں سے ہوشیار ہیں..... یہ ہمیں پانچ سو برس پہلے کی دنیا میں لے جانا چاہتے ہیں جہاں لوگ کپڑے پہنا کرتے تھے..... ہندوستان جیسے گرم ملک میں کپڑے قطعاً غیری ضروری ہیں..... یہاں کپڑے پہنا مادر وطن کی کھلی ہوئی تو ہیں ہے..... جسے ہم ترقی پسند برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں.....

الفت شیدائی کے افسانے تکلفات اور اخلاقیات کے ڈھونگ سے بالکل پاک ہیں جو وہ کہنا چاہتی ہیں صاف صاف کہتی ہیں..... وہ بھی اس لئے کہ سوسائٹی کے ناکارہ افراد خود میں عملی قوتوں کی فراوانی محسوس کر سکیں..... وہ قوم کے سوئے ہوئے نوجوانوں کو جنجنہوڑ جنجنہوڑ کر جگاتی ہیں..... آواز دے کر جگانا ان کی شریعت میں رسمی حیثیت رکھتا ہے..... وہ خلصانہ انداز میں اس بڑی طرح جنجنہوڑتی ہیں کہ ہمارے نوجوان رسائل میں افسانے یا نظمیں پڑھنے کی بجائے سب سے پہلے دو اول کے اشتہار دیکھتے ہیں..... یہی ہے وہ ادب برائے حیات جس پر آنے والی نسلیں بجا طور پر فخر کر سکیں گی..... آئیے ہم سب مل کر الفت شیدائی کی سالگردہ منائیں..... اور دعا کریں کہ آپ کی سالگردہ رہتی دنیا تک منائی جاتی رہیں۔

لذاب خاموش ہو جا..... میری بلی آخر میں تیرے لئے اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا ہوں..... اسکی پر مغز تنقید شاید میں اپنے افسانوں پر بھی نہ لکھ سکوں گا۔ خدارا ب چپ بھی رہ..... تیری یہ دکھ بھری آواز میرے دل کی گہرائیوں میں اترتی جا رہی ہے..... اے ساون کے مہینے..... اللہ میری بلی پر حرم کر..... آخر میں اس کے کلے کیا کروں..... کاش میرا اخلاقی فرض اس کے لئے ایک عدد بلا تلاش کر سکتا..... دیکھاے بلی اب اپنی کبواس بند کر..... بہت ہو چکا..... کسی اپنی ہم جنس کی ہمدردیاں تلاش کرنے کی کوشش کر..... مجھے انسانوں ہی سے فرصت نہیں..... تیرے لئے کیا کر سکوں گا..... مجھے اپنے ہم جنسوں کے پیدائشی حقوق سے الجھنے دے..... میرے اخلاقی فرائض کم از کم تیرے لئے بالکل بیکار ہیں..... انسان تو میری سنتے نہیں بلے کیا سیں گے.....

کل سے جنگ رہا ہوں مگر بلی ہے کہ سنتی ہی نہیں..... اخلاقی فرائض کی طلب گار ہے مگر نہیں جانتی کہ ہندوستانی جانوروں میں ابھی صرف پیدائشی حقوق کا شعور پیدا ہوا ہے۔ اخلاقی فرائض کے احساس کی پیدائش میں ابھی سینکڑوں برس لگیں گے۔ اگر اتنے عرصے تک صبر نہیں کر سکتی تو افریقہ چلی جا جہاں منہجی منی چڑیاں مگر مجھوں کے منہ کی غلاظت صاف کیا کرتی ہیں۔

آخر میں اتنا اور کہنا ہے کہ آپ صرف پیدائشی حقوق ہی کے اجارہ دار نہیں بلکہ آپ کے ساتھ بھی کچھ اخلاقی فرائض ہیں۔ آپ کا سب سے پہلا اخلاقی فرض یہ ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد سالہ سے الگ کر کے اسے چوہلے میں جھونک دیں..... کیونکہ نہ تو یہ "ادب برائے ادب" کا حامل ہے اور نہ "ادب برائے حیات" کا بلکہ یہ ہے..... ذرا کان اوھر لائیے..... لاحول ولاقوة آپ تو گھبرا گئے..... دیکھتے نہیں میرے ہاتھ بند ہوئے ہیں..... کچھ آہستہ سے کہنا ہے..... ٹھیک ہے..... تو سنبھلے..... یہ ہے "ادب برائے آتشدان"

☆☆☆

# کتاب گھر کی پیشکش قواعد اردو

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

بچوں کی تم نے یہ سوچا کہ تم گھر میں پٹتے کیوں ہو؟ تمہارے بزرگ تمہارے مشوروں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ تم آئے دن بیمار کیوں رہتے ہو؟ اکثر تمہارا معدہ کیوں خراب رہتا ہے؟

تم اگر سوچو تو یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ لہذا میں تمہیں بتاؤں گا۔ سنوان سب کی ایک ہی وجہ ہے، وہ یہ ہے کہ تم قواعد اردو سے ناقف ہو۔ پس قواعد اردو وہ علم ہے جس کے نہ جاننے سے آدمی اولاً لگڑا، گونگا، بہرا، اندھا غرضیکہ بالکل اپاچ ہو جاتا ہے۔

اگر ہم قواعد اردو کو پنج سے پھاڑ دیں گے تو اس کے دو حصے ہو جائیں گے۔ تب ہم ایک حصے کو علم صرف کہیں اور دوسرے کو علم خخو۔ ابھی ہم تمہیں صرف علم صرف کے متعلق کچھ بتائیں گے۔ علم صرف میں سب سے پہلی چیز لفظ ہے۔ لفظ کے معنی لغت میں منہ سے کسی چیز کے پھینکنے کے ہیں مثلاً تھوک، بلغم اور قہ وغیرہ۔ اگر کوئی تمہارے منہ پر گھونسہ مارے اور تمہارا ایک دانت ٹوٹ کر گر پڑے تو اسے بھی لفظ ہی کہیں گے۔ دانت لوٹنے کے ساتھ ہی اگر خون نکل پڑے اور درد بھی ہونے لگے تو خون اور درد کو معنی کہیں گے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دانت خود بخود ٹوٹ کر گر جاتے ہیں نہ خون نکلتا ہے اور نہ درد ہی ہوتا ہے۔ ایسے دانتوں کو مہل کہتے ہیں جیسے بوڑھوں کے دانت۔

تعريف: پس ثابت ہوا کہ وہ الفاظ جو معنی نہیں رکھتے مہل کھلاتے ہیں اور معنی دار الفاظ کو کلمہ بھی کہتے ہیں۔  
فائدہ: اگر منہ میں ایک بھی لفظ نہ ہو تو حلوہ یا دودھ نصیب ہوتا ہے۔

تہذیب: دانتوں کی حفاظت کرنا ہر ایک کا فرض ہے ورنہ وہ مہل ہونے سے پہلے ہی لفظ بن جاتے ہیں اس لئے ہمیشہ کالی نوس مجن اور مسوک برش استعمال کرو۔

## جملہ: کتاب گھر کی پیشکش

تم نے اکثر دیکھا ہو گا کہ جو بچے تم لڑائی میں جیت نہیں پاتے وہ تمہارے دانت کاٹ لیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے بیسیوں دانت استعمال کرتے ہیں۔ ایک دانت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مگر جب بیسیوں دانت استعمال کئے جاتے ہیں تو تم بدلہ اٹھتے ہو پس ثابت ہوا کہ الفاظ کا ایسا مجموعہ جس سے پوری پوری بات سمجھ میں آجائے جملہ کھلاتا ہے۔

## کلمہ کی قسمیں: کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

تم یہ پڑھ پکھے ہو وہ لفظ جو معنی رکھتا ہے کلمہ کھلاتا ہے۔ اب ہم تمہیں کلمے کی پہلی پشت سے روشناس کرتے ہیں۔

شجرہ کلمہ

## کلمہ کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

اسم اور اس کی قسمیں: اس کی قسمیں اس کے بغیر زندگی تنہ ہو جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں، اس معرفہ اور اسم نکرہ۔

اگر تم کسی سے اس کا اسم شریف دریافت کرو اور وہ جواب دیدے تو ہم اسے اسم معرفہ کہیں گے جیسے رام کھلاون، محمد فاضل اور ایڈورڈ ہشم وغیرہ۔

اگر تم کسی سے اس کا اسم شریف دریافت کرو اور وہ جواب نہ دے پائے تو وہ اسم نکرہ کہلانے گا جیسے بکراہ کتا، چمگاڑ، چھپر کھٹ، چرکٹ اور موگل پھلی وغیرہ۔

فائدہ: اکثر اسم شریف دریافت کرنے پر لوگ رشتہ دار نکل آتے ہیں۔

نتیجہ: خبردار بھی کسی ایسے کتے سے اسم شریف نہ پوچھنا جس سے تمہاری اچھی طرح جان پیچان نہ ہو ورنہ تمہیں معلوم کر کے بہت مایوس ہو گی کہ جسے تم اسم نکرہ سمجھ رہے تھے وہ جملہ نکلا۔

اسم کی قسمیں گنتی کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں۔ گنتی کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں۔  
(۱) واحد (۲) جمع۔

واحد: وہ اسم ہے جو کسی تھاچیز کے۔ لئے بولے جائے، ال، ٹھماڑ، اوٹ، اوڈ بلا وغیرہ۔

نتیجہ: یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ دنیا میں بہتری ایسی چیزیں بھی ہیں جو بیک وقت واحد اور جمع دونوں کو ہوتی ہیں جیسے پانچاہمہ جو نیچے سے جمع اور اپر سے واحد ہوتا ہے۔

اسم کی قسمیں بحاظ جنس: اللہ پاک بہ اسباب الاسباب ہے اس نے ہرز کے لئے مادہ اور ہرمادہ کے لئے زپیدا کیا ہے۔ جنس کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہی ہیں: (۱) مذکور (۲) مؤنث

مذکور: ایسے اسموں کو مذکور کہتے ہیں جو نکر کے لئے بولے جائیں جیسے حرامزادہ، ال کا پٹھا اور سور کا بچہ۔

مؤنث: ایسے اسموں کو مؤنث کہتے ہیں جو مادہ کے لئے بولے جائیں جیسے حرامزادی، ال کی پٹھی اور سور کی بچی۔ ضمیر اور اس کی قسمیں: ضمیر بہت فائدہ مند چیز ہے اگر تم خوف کے وجہ سے کسی کا اسم شریف نہ بتا سکو تو اس کی جگہ بے دھڑک ضمیر استعمال کر سکتے ہو مثلاً والد صاحب کی جگہ ”وہ“ اور ڈنڈے کی جگہ ”یہ“۔

متکلم ہیڈ ماشر صاحب کی بیت کو کہتے ہیں اور حاضر غائب سمجھنے کے لئے روزانہ اپنے کلاس کے رجڑ کا مطالعہ کیا کرو۔

فعل اور اس کی قسمیں: فعل وہ کلمہ ہے جس کی جگہ مشینیں لے لیتیں تو زیادہ اچھا تھا۔

بحاظ معنی فعل کی دو قسمیں ہیں: فعل لازم اور فعل متعدد۔

اگر تم کسی گدھے کو چھیڑو تو اسے لازم ہے کہ تمہارے ایک عدالت رسید کر دے۔ پس لات مارنے کے فعل کو فعل لازم کہتے ہیں۔ کلاس میں اگر تم سے فعل لازم کی تعریف پوچھی جائے تو فوراً ایک گدھا تلاش کرو۔ اگر گدھا نہ ملے تو تم خود ہی ماشر صاحب کو فعل لازم اچھی طرح سمجھاؤ۔ اگر امتحان میں ایسا کرو گے تو ہمیشہ اول آؤ گے۔

فعل متعدد کو مرض متعدد بھی کہتے ہیں جیسے تپ دق ہو جانا، ہیضہ ہونا، طاعون آنا، گردن تو زنجار آنا وغیرہ وغیرہ۔

زمانہ: فعلوں میں زمانے بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) ماضی (۲) حال (۳) مستقبل

حال: قوالی سنتے سنتے بعض بزرگ اچھلنے کو دنے لگتے ہیں یہی حال کہلاتا ہے اکثر بڑے کمرے کو بھی کہتے ہیں۔ مگر ایسی صورت میں جب اس میں ہائے خطی کی بجائے ہائے ہوز ہو۔

مستقبل: ہر وہ چیز جو قطعی لغو ہو مستقبل کہلاتی ہے۔ بلکہ بعض علماء کی رائے تو یہ ہے کہ مستقبل کوئی چیزی نہیں ہے۔ اس لئے جو چیز تمہاری سمجھ میں نہ آئے اسے مستقبل ہی سمجھو۔

ماضی: یہ ایک قسم کا نامہ ہے۔ مختلف قسم کی نشایات کی آمیزش سے کئی قسم کے ماپی بنتے ہیں۔

(۱) ماپی قریب: ہلکا سانسہ جو کسی سخت قسم کے تباکو سے آجائے۔

(۲) ماپی بعید: شراب میں افیون گھول کر پینے سے جو نشا آجائے۔

(۳) ماپی ٹکیہ: وہ شخص جو خود تو شراب پیتا ہو لیکن اپنی بیوی کے چال چلن پر شک ہونے کی پرائی قتل کر کے کہیں فرار ہو جائے ایسے فعل کو ہم ماپی ٹکیہ کہیں گے۔

ماضی استراری: یہ کم از کم پندرہ قسم کی نشایات کی آمیزش سے تیار ہوتا ہے۔ بعض اوقات اسے استراری بندوبست بھی کہتے ہیں۔

ماضی تمنائی: شراب کی تمنادل میں لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جانا۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

تمنیہ: خبردار کلاس میں ماپی و حال کی مشق ہرگز نہ کرنا ورنہ نتیجے کے قسم خود ذمہ دار ہو گے۔

مفماری: یہ ایسا فعل ہے کہ اس سے حال اور مستقبل دونوں سمجھے جاتے ہیں یعنی ایسی اچھل کو جو قطبی سمجھ میں نہ آئے۔

تمنیہ: اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم کسی لیڈر کو تقریر کرتے دیکھ کر اس کے فعل کو مفماری سمجھ لو سکتے ہیں کہ جس زبان میں وہ تقریر کر رہا ہو..... وہ تمہاری سمجھ سے بالا تر ہو۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

فعل امر: یہ ایسا فعل ہے جسے تم ہرگز پسند نہ کرو گے اس لئے اس کی تعریف نہ کی جائے۔

فعل نہیں: چھٹی ہونے سے قبل ہی اسکوں سے کھک ک لینے کو فعل نہیں کہتے ہیں۔

تمنیہ: فعل نہیں کی مشق روزانہ کرو ورنہ تمہارے پاس ہونے کی ذمہ داری نہ لی جائے گی۔ اگر بات کا ہمیشہ خیال رکھو کہ فعل کے ساتھ فاعل کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے تم فاعل مہیانہ کر سکو تو اسی وقت بری الذمہ ہو سکتے ہو جب فاعل کا میڈی یکل شفیکیٹ داخل کر دو اور ہاں دیکھو بعض اوقات فعل اور فاعل کے ساتھ ایک عد منفuoں بھی درکار ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر گھبرا ناہ چاہئے..... ایسی صورت میں ہمیشہ فاعل کو رشوت دے کر منا لو..... خدا نے چاہا تو وہ خود ہی اپنے منفuoں ہونے کا بھی اعلان کر دے گا..... اس لئے کہ رشوت بڑے بڑے دلیش سیوکوں تک کو سیدھا کر دیتا ہے۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

صفت:

(۱) کلوٹی لڑکی

(۲) ولائی او

(۳) پانچویں بندرا یا

اوپر کی مثالوں میں لڑکی، الوا اور بندرا یا کے متعلق سمجھ کہا گیا ہے جو کچھ کہا گیا ہے وہی ان تینوں کی صفت ہے۔ جس کی صفت بیان کی جاتی ہے اسے موصوف کہتے ہیں اس طرح لڑکی، الوا اور بندرا یا موصوف ہوئے اور کلوٹی، ولائی اور پانچویں صفت۔ پس ثابت ہوا کہ وہ کلمہ جو کسی کی چغلی کھائے اسے صفت کہتے ہیں اور جس کی چغلی کھائی جائے اسے موصوف کہتے ہیں۔

تمنیہ: ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ پاک پھلخور کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ لہذا جب کبھی کلاس میں صفت پڑھائی جانے لگے تو فوراً واک آؤٹ کر جاؤ اگر اس پر بھی تیچر بارندہ آئے تو اسکو میں اسٹرائلک کر دو۔

صفت کی تین قسمیں ہیں (۱) صفت مشتبہ (۲) صفت نسبتی (۳) صفت عدوی۔ وہ صفت ہمیشہ اپنے موصوف کی چغلی کھاتی رہے صفت

مشتبہ کھلاتی ہے۔

وہ صفت جو صرف نسبت ہی نہیں بلکہ شادی بھی کرادے صفت سبیٰ کھلاتی ہے۔

صفت عددی وہ نامعقول صفت ہے جس میں اعداد اور ہندسے پائے جاتے ہیں۔ تم اس کے متعلق کچھ معلوم کرنا ہرگز پسند نہ کرو گے۔

### حروف

حروف وہ کلمہ ہے جو اور دو کی ابتدائی کتابوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

حروف کی قسمیں: حرف جار..... اس کو مرتبان بھی کہتے ہیں۔ یہ اچار چینی اور مرتبہ وغیرہ رکھنے کے کام میں آتا ہے۔

حروف ندا: اس کو وہ ندا بھی کہتے ہیں۔ اس کا پتہ طائی کے بیٹے حاتم نے لگایا تھا۔

حروف مند ہیں: وہ کلمہ ہے جسے حاملہ عورتیں بکثرت استعمال کرتی ہیں۔ جیسے مٹی، لمبیں، اچھوڑ وغیرہ۔ اس کلمے کو استعمال کرنے والے کو مندوب کہتے ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ مندوب نہیں مجدوب کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حروف عطف: وہ کلمہ ہے جس کی کاسایہ عاطفۃ نہ نصیب ہو۔

حروف استثناء: بات کرتے وقت چھینک یا کھانی آجائے تو اسے حروف استثناء کہیں گے۔

حروف علت: یہ دراصل حروف علالت تھا کثرت استعمال کی وجہ سے حروف علت رہ گیا۔ مراد اس سے وہ کلمہ ہے جو مر نے کے بعد بیاروں کو کھلایا جاتا ہے تاکہ قبر میں بھی کوئی بیماری نہ ہونے پائے۔

حروف شرط اور جزاء: وہ کلمہ جو شرط بد کر دوڑنے کے بعد منہ سے لٹکے حروف جزا کھلاتا ہے۔ اگر گرپنے والے کے والدین آپس میں شرط بد کر اسے دوبارہ دوڑا دیں، ہم اسے حروف شرط کہیں گے۔

بچوں علم صرف کا بیان ختم ہو گیا۔ اب تمہیں تخلیل صرفی کرنا سکھایا جائے گا۔

تخلیل صرفی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک جملہ لکھ لو پھر اس کے لکھوڑے کر دو۔ اگر لکھوڑے برابر کے نہ ہوں تو کسی بڑھی سے مددوں اگر جملہ ملا مام ہو تو لکھوڑے کرنے سے بہتر یہ ہو گا کہ اس کا قیمہ کرو۔ ایسے قیمے کو تخلیل صرفی کہیں گے۔

قواعد و کاپیلا حصہ ختم ہوا۔ دوسرے حصے میں تم علم نحو کا بیان پڑھو گے..... اسے پڑھ کر تم اپنے جسم میں ایک خاص قسم کی توانائی محسوس کرو گے..... تم نے حکیم اجمل خان مرحوم کا نام ضرور سنا ہو گا۔ ان کے دو اخانہ کی ساری دوائیں ترکیب نحوی ہی سے تیار کی جاتی تھیں۔ اسٹین فن نے جوانجن تیار کیا تھا اس میں بھی ترکیب نحوی لگائی تھی۔ مشہور سائنسدان فرنگلن نوٹ پر محسن کی بجائے ترکیب نحوی لگا کر کھاتا تھا۔ اس لئے وہ آسمان پر چکنے والی بجھی کو گرفتار کر کے تمہاری تاریک گلیوں کو چکانے میں کامیاب ہوا۔ زیادہ تعریف خلاف قانون ہے۔ اگر اس کے آگے معلوم کرنا چاہتے ہو تو میری لکھی ہوئی کتاب قواعد و کاپیلا حصہ نکال کر پڑھو..... تمام پرائیویٹ حالات کھول کر لکھ دیئے گئے ہیں۔

☆☆☆

# کتاب گھر کی پیشکش اختلاج نامہ

<http://www.kitaabghar.com>
<http://www.kitaabghar.com>

اس وقت ہمارے سامنے ”نیا خلقان“ کا ”اختلاج نمبر“ ہے۔ جو بھی حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ یہ واحد کثیر الاشاعت رسالہ ہے جو پندرہ ہزار برس سے علم، ادب، طب قدیم و جدید اور فنون لطیفہ کی خدمت کر رہا ہے۔ اگر اسے نین الاقوامی رسالہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کیونکہ یہ یلیا سے لے کر ٹبلکٹ و کارپورس سے لے کر کرہنا لوٹک پایا جاتا ہے۔ اس رسالہ کی سب بڑی اور غیر معمولی خوبی یہ ہے کہ اس ہرشمارہ کوئی نہ کوئی ”نمبر“ ہوتا ہے۔ غالباً قارئین کرام اس کا سچھلا شمارہ ”چھینک نمبر“، بھی تک نہ بھولے ہوں گے۔

”اختلاج نمبر“ صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے ”شاہکار“ قرار دیئے جانے کے قابل ہے۔ اس کے ایڈیٹوریل میں ”ادب اور اختلاج“ پر بحث کی گئی ہے۔ فاضل ایڈیٹر نے منطقی دلائل سے کام لے کر اس چیز کو ”اجاگر“ کرنے کی کوشش کی ہے کہ ادب محض اختلاج کی وجہ سے دن دو نی رات چونکی ترقی کر رہا ہے۔ اگر ادب سے ”اختلاجیت کا عصر“ علیحدہ کر دیا جائے تو ادب صفر ہو کر رہ جائے گا..... ایڈیٹوریل کے بعد ہی حضرت اصفہانی دو خانہ دہلوی کی نظم ”آدمی رات“ اور ”مجنون طسم حیات“ ہے۔ نظم بتدریج نقطہ عروج کی طرف بڑھتے ”محصول ڈاک بند مہ خریدار پر ختم ہو گئی ہے۔ نظم کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ”لکھاف“ میں سے ”دھوال“ اٹھ رہا ہو..... جیسے ساری قوم ”پھسلن“ میں رپٹ کر ماء الحجم کی بوتل میں جا پڑی ہو..... ہپ..... ہپ..... ہپ ہرا۔

حضرت گرو دیو فلاں نے ذکھانے افسانہ ”اشتہاری بلاؤں سے بچو“ تو اس قابل ہے کہ اسے ہر شریف خاندان کے افراد زبانی یاد کر لیں۔ یوں تو پورا افسانہ بہت عمدہ ہے مگر ایک حصہ جہاں ہیر و نہیں ہیرو سے کہتی ہے ”اصلی نسخہ شائع ہو گیا“، اپنی مثال نہیں رکھتا۔

دیکھئے کتنا دلچسپ ہے یہ حصہ:  
ہیر و نہیں گند ریاں چوتی ہوئی ہیر و سے کہتی ہے ”اصلی نسخہ شائع ہو گیا..... کہیں نوٹ کرو..... شیر کی چربی، روپچھو کی چربی، خرگوش کی چربی، ہم وزن لے کر ہاتھی کے دودھ میں ساڑھے سات دن تک کھرل کرو..... اس کے بعد بذریعہ پاٹال جنترا اور پھر اس کے بذریعہ ڈول جنترا تیار کر کے نیلے رنگ کی شیشی میں رکھا لو..... اگر خود نہ بنا سکو تو مجھ سے خریدا لو..... کیا سمجھے..... اگر فائدہ نہ کرے تو ایمان سے لکھ دینے پر آدمی قیمت واپس ہو جائے گی۔

حضرت نہ حکیم نہ ڈاکٹر گورا سپوری کی مسلسل غزل ”بہتوں کا خدا اس کے پڑھے سے خوش ہو گا“، اس صدی کی بہترین غزل ہے۔ یہ غزل رنگ قدیم کی علمبردار ہے۔ قوانی کا التزام حد درجہ حسین ہے۔ غزل کا مقطع ”رفاه عام کے لئے خریداروں سے صرف لاغت وصول کی جاتی ہے“..... اس مقطع میں زندگی کی انوکھی وہرنیں انگڑائیاں لے رہی ہیں۔ اسے پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک چوڑے منہ کی بوتل سے بچوں کی ایک فوج برآمد ہو کر جنخ رہی ہو“ ایک بچے کی قیمت صرف ساڑھے تین روپیہ اور محصول ڈاک معاف“۔

مشہور فرانسیسی ڈرامائیٹ موہیو میڈیکل استور سے ڈرامے کا ترجمہ ”سفید خطرہ“ اردو پڑھنے والوں کے لئے باکل نئی چیز ہے..... ہم ”اختلاج نمبر“ کے منوناں ہیں کہ وہ اپنے دامن میں ایسا گوہر آبدار لے کر آیا ہے جو قوم کے جوہر کو اور زیادہ چکا دے گا..... ڈرامہ نہایت شاندار ہے۔ مصنف نے قلم توڑ کر رکھ دیا ہے اور بیٹھا سوچ رہا ہے کہ اب کس چیز سے لکھے۔ اچانک اپنے لڑکے پر گھرتا ہے ”تمہاری آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں اڑتی ہیں۔ تمہارا سر چکراتا ہے..... تم بڑے نالائق ہو جی! تمہاری رنگت پیلی پڑتی

جاری ہے۔ تمہارے چہرے پر ہڈے نکلے آرہے ہیں۔ تم ایک خاص موقع پر ضرور بالضرور خود کشی کرنے کے لئے سوچو گے کہ کو دجا و ساتوں منزل سے۔ مگر تمہیں یاد رہے کہ میں تمہیں مر نے نہیں دوں گا۔ میں ساتوں منزل کے نیچے جال لگوادوں گا۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو آج ہی ساڑھے پانچ روپے کا وی پی ملکووالو۔ اتنا کہہ کر اپنی لڑکی کی طرف تمہر بھرنگا ہوں سے گھوتا ہے اور چینخنے لگتا ہے۔ ”تم۔ تم۔ منجور یا کی مریض ہو۔۔۔ تم چودھویں سال میں چالیس سال کی بوڑھیا معلوم ہوتی ہو۔۔۔ تم دور ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے ورنہ شوٹ کر دوں گا۔۔۔“

ایک صاحبہ (جو غالباً الیڈی ڈاکٹر تخلص کرتی ہیں) کا افسانہ ”محافظ اجداد“ اس قابل ہے کہ اسے ان کی زندگی ہی میں ”شاہکار“ تسلیم کر لیا جائے۔ اس افسانے کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ملک کے ہر سالے میں قریب قریب ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔ اس افسانے میں ایک پیغام ہے۔ ایک چیخ ہے جو قاری کے ایک کان میں گھس کر دوسرے سے صاف نکل جاتی ہے۔ ہم محترمہ کی اس قومی خدمت کے صلے میں ان کی خدمت میں صرف مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ شاید ان کا یہ مشن کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان کے دوسرے بھائی بند آئے دن طرح طرح کی پر لطف ”گولیاں“ تصنیف کر کے ان کی راہ میں روڑا ثابت ہو رہے ہیں۔۔۔ بہر حال ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ”عوام“ کے ساتھ ساتھ بیکاری اور افسانہ نگاری بھی بڑھے۔۔۔ حضرت نجائزے کوں بھندار امرتسری کا تحقیقی مقالہ ”ہمالیہ کی وادی میں“ اپنی مثال آپ ہے۔ اس مضمون میں پہاڑی جڑی بوئیوں کے کارنا موں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ محسن قوم حضرت لنگوری کی کامیاب رہنمائی پر بھی بحث کی گئی ہے۔ فاضل مضمون نگار بڑی چاپ دستی کے ساتھ مضمون کو ہاتکتے ہوئے محسن قوم حضرت لنگور کی خدمات کا اعتراف کرتا ہے۔ اگر صاحب مضمون نے اجازت دی تو ہم اسے نظم کے قالب میں ڈھال کر پر ائمہ اسکولوں کے لئے بحیثیت قومی گیت منظور کرانے کی کوشش کریں گے۔

حضرت سفیدہ کا شغری کی تنقید ”شاعر اور سلاجیت“ اردو تنقید میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ نہ صرف تنقید بلکہ غالب کی شاعری کا نفیاً تحریک بھی ہے۔ تنقید کا ایک حصہ بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

” غالب کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہئے کہ سلاجیت مرزا کے لاشور میں ایک اچھے عہدہ پر فائز ہو گئی تھی اسی لئے ان کے اشعار میں ایک عجیب قسم کا زور پایا جاتا ہے مثلاً  
اڑنے سے پیشتر بھی مرارنگ زرد تھا

بعض متقدیں کے یہاں بھی ”سلاجیت“ پائی جاتی ہے مگر ان کے یہاں وہ زور جس کی بناء پر مرا غالب سب سے الگ تھلگ نظر آتے ہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ مرا غالب ”اصلی سلاجیت“ استعمال کرتے تھے۔ لہذا اسی بناء پر ان کا زور کلام متقدیں اور متاخرین سمجھوں کو چیچھے چھوڑ دیا۔ آج کل کے شعراء کو حالانکہ سلاجیت نصیب نہیں ہوتی پھر بھی ان کے لاشور پر سلاجیت کا گہر اثر معلوم ہوتا ہے۔ اگر آج کے شعراء کرام اپنے کلام کو اور زیادہ زور دار بنانا چاہتے ہوں تو ”اصلی سلاجیت“ استعمال کریں جو کہ کوہتا نی دواخانہ دہلی سے اب بھی خریدی جاسکتی ہے اور پانچ تولہ کٹھی ملکوانے پر محسول ڈاک بھی معاف ہو سکتا ہے۔

فاضل نقاد نے بڑی کدوکاٹ کے ساتھ تنقید لکھی ہے ” غالب کے کلام میں سلاجیت کا عصر یقیناً ایک نئی اور قابل قدر دریافت ہے لیکن نئے شعراء کے یہاں اس کی اثر اندازی کے متعلق حسن غلن سے کام لیا گیا ہے۔ آج کی شاعری عوام میں جنم لیتی ہے اور بیچارے عوام سلاجیت سے اتنے ہی دور ہیں جتنے کہ مرا غالب عوام سے۔ آج کے شاعر کے یہاں زور بیان محس ”طبقاتی کشمکش“ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لاشور پر سلاجیت کی بجائے وہ عورتیں چھائی ہوئی ہیں جو سرکوں پر چینچت پھرتی ہیں۔۔۔ ”کمر کی دوا لو۔۔۔ بائی کی دوا لو۔۔۔ شال مشری کی دوا لو۔۔۔ شفید موٹلی کی دوا لو۔۔۔ دوا لو بکھوری کی دوا لو۔۔۔“ ظاہر ہے جس قوم کی عورتیں ”بکھوری کی دوا“ بیچتی ہوں اس قوم کے شاعروں کے زور کیا حال ہو گا۔ نقاد صاحب زور بیان کے لئے اصلی سلاجیت کے استعمال کا مشورہ نہ دیں تو بہتر ہے۔ ورنہ بہت جلد سرمایہ داری کا خاتمه ہو جائے گا۔۔۔

جارج برناڑ شاکے چھوٹے بھائی حضرت بروک بائٹ کا مضمون ”اجتنا کی نقاشی“ بھی بہت خوب ہے۔ آپ کوں کر تجub ہو گا کہ بروک

بانڈ صاحب ہندوستان کی ہرزبان کے ایک سحر طرز ادیب ہیں۔ آپ کی سحری طرازی کا یہ عالم ہے کہ آپ ہر ہندوستانی کی رگ رگ میں سما کر رہ گئے ہیں۔ آپ کا مضمون ”اجتنا کی نقاشی“ اختلاج نمبر کے لئے باعث صد افتخار ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ مضمون وچھی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ ممکن ہے کہ آپ کی نظروں سے پشن صاحب کا مقالہ ”گوئیوں کے تاجدار تان سین“ بھی گزرا ہو۔ گیا خیال ہے آپ کا..... اجتنا کی نقاشی“ اور ”گوئیوں کا تاجدار تان سین“ کا مرکزی خیال ایک ہی ہے یا نہیں۔ ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ بہت بڑی بات ہے۔ بروک پانڈ صاحب اور پشن صاحب دونوں ہی چوٹی کے ادیب ہیں۔ کم از کم انہیں اس قسم کی اوچھی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرت ف، ب خالد کا افسانہ ”میری دکھ بھری داستان“ ایک کامیاب افسانہ ہے۔ مصنف نے اس میں بتایا ہے کہ کس طرح اس کے بے اولاد دل دین کو ایک فقیر ملا اور اس نے انہیں ان کے دکھ کا علاج بتا کر بچے کی پیدائش پر اس کا نام فقیر بخش رکھنے کی ہدایت تاکید کی..... کس طرح افسانہ نگار کی محبوب اس کے نام کی بناء پر نفرت کرنے لگی..... کس طرح وہ دکھ سبب سے سبب عاشق سے شاعر ہو گیا..... کس طرح اسے اپنے نام سے نفرت ہو گئی اور اس نے خود کو فقیر بخش خالد کی بجائے ف، ب خالد لکھنا شروع کر دیا۔ آخر میں افسانہ نگار نے عوام کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ اس کے پاس فقیر کی بخشی ہوئی جڑی بوٹیاں اب بھی موجود ہیں۔ جن بے اولاد بھائیوں کو ضرورت ہواں سے طلب کریں..... منافع لینا اس کے لئے حرام ہے۔

حضرت رفیق دو اخانہ ال آبادی کی نظم "شہاب انقلاب" بھی خوب ہے۔ اس نظم کا مرکزی خیال بہت ہی انقلابی ہے۔ مرکزی خیال یہ ہے کہ کس طرح شہاب میں انقلاب آ جاتا ہے۔ انقلاب کے لئے شہاب اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ شہاب کے لئے انقلاب۔ شہاب کے بغیر انقلاب بے کار ہے اور انقلاب کے بغیر شہاب۔ عوام کو چاہئے کہ شہاب و انقلاب ایک ساتھ استعمال کریں۔ ورنہ خط و کتابت صیغہ راز میں نہ رکھی جائے گی۔ پیلینگ و محسول ڈاک بند مہاجمن تجارت پسند مصنفوں۔

لنم اچھی خاصی ہے اگر بعید قافیہ کبی جاتی تو اور زیادہ اچھی ہوتی۔ رفیق و واخانہ صاحب کی شاعری ابھی تحریکی دور سے گزری ہے۔ پھر بھی ان کا ہر قش اول قش ثانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس میدان سے بھاگ نہ جائیں۔ کیونکہ قوم کی بہت سی امیدیں ان سے وابستہ ہیں خصوصاً قوم کے بچے آگے چل کر ان کی رہنمائی کی ضرورت محسوس کریں گے۔ اس لئے وہ صاحب شباب و انقلاب ہیں۔

حضرت راجھستانی صاحب کی نظم "کلٹھ سدھار" مشاعرہ الٹ دینے والے شراء کے لئے ایک "لحجہ فکریہ" ہے۔ تکنیک کے لحاظ سے نظم بہت اونچی ہے۔ نظم کا مرکزی خیال ہے:

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

سائبی دھایا مانگارے سا

سارے گامیا دھانی ساخ... ساخ... ساخ... خٹ

جب ”خر……خت“ کی نوبت آجائے تو.....بہر حال نظم بلا مقصد نہیں کہی گئی.....راحتتائی صاحب اردو کے خادم ہی نہیں بلکہ زرخیرید  
غلام معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے شعراء کرام پر ان کی خدمت واجب و لازم ہے۔

”اختلاج نمبر“ میں جہاں اس قسم کے نادر و نایاب نمونے پائے جاتے ہیں۔ وہاں دوچار بھرتی کی بھی چیزیں ملتی ہیں ہٹلا سلیمانی کا  
افسانہ ”شہتوت کی چھاؤں میں“، کریم کرمانی کی نظم ”ٹوٹا ہوا ساز“، صد صمدانی کی تنقید ”اردو افسانہ نگاری“، ہمدرم ہمدرانی کا ذرا مame ”افق کے پار“، وغيرہ

ایک اور چیز دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ادارہ چڑائے ہوئے مضاہین کیونکر چھاپ دیتا ہے۔ بلغم جلال آبادی کا افسانہ ”اندھیرے کرے میں“، حضرت کوکا بندٹ آنجمنی کی مشہور تصنیف سے پراہ راست حیراً مامگا ہے۔ وہی انداز پیان..... وہی خلالات..... وہی سرسرائیں..... وہی

کلبلا میں..... حتیٰ کہ بلبلہ میں بھی وہی ہیں۔ ادارہ کو چاہئے کہ چائے ہوئے مضمایں کسی قیمت پر نہ چھاپے۔ اس سے رسالہ کے وقار کو دھکا لگنے کا اندریشہ ہے۔

بہر حال "اخلاق نمبر" بحیثیت مجموعی ایک شامدار ادبی کارنامہ ہے۔ شامدار یوں کے ادبی ہے اور ادبی اس لئے کہ شامدار ہے..... ادب بہر حال شامدار ہوتا ہے۔ یا اور بات ہے کہ بعض اوقات پسند کے جھگڑے میں "بے ادبی" تک کی نوبت آجائے۔

بہر حال ادارہ "نیا خلقان" نے اخلاق کی اہمیت واضح کرنے جو کامیاب کوشش کی ہے اس کے لئے قوم ہمیشہ منون و مذکور رہے گی۔ اس وقت قوم کے لئے اخلاق بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اخلاق ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ہاتھوں قومیں نہ صرف نشوونما پاتی ہیں بلکہ نشوونما پائی ہوئی قومیں سنور بھی جاتی ہیں..... دیکھئے نا امریکہ میں کتنا زبردست اخلاق ہوا تھا..... فرانس میں کتنا عظیم الشان اخلاق ہوا تھا۔ نتیجہ کے طور پر امریکی اور فرانسیسی قومیں آج کل کتنی خوشحال ہیں۔ لیکن آج ہمارا ملک "خیر امر و امرید پسندوں" کا ملک ہے جو صدہا برس سے "آنے پائی" کے حساب میں جھگڑا چلا آتا ہے اور اخلاق کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شغل مسلسل اختیار کر لیا جائے تو اخلاق کا امکان ہی نہیں رہ جاتا..... لہذا آنے پائی کے "شغل" نے ملک کو اخلاق سے کسوں دور کر رکھا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ "اخلاق نمبر" اس سلسلہ میں مشعل ہدایت ثابت ہوگا۔

ہم ایک بار پھر نہایت خلوص اور گرم جوشی کے ساتھ ادارہ "نیا خلقان" کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان کا آئندہ کارنامہ "انتقال نمبر" ہو گا۔



## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## جگانے والے

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

اب کی بار جو جھٹکاں گا تو مولانا کمال کا مرید سدھیر پر گردی کی۔ گاڑی یونہی ڈھلوان راستے پر چل رہی تھی۔ گردگدی ہوتے ہی بیلوں نے بے تحاشادوز نا شروع کیا۔ مولانا سنھلنے بھی نہ پائے تھے کہ تینوں کام مرید ان پر آ رہے۔

”مارڈالا“ مولانا پیشے۔

<http://www.kitaabghar.com><http://www.kitaabghar.com>

ان چاروں کام مریدوں نے اپنی اصطلاح میں مولانا کے گاؤں پر ”ریڈ“ کیا تھا۔ یہ چاروں بی اے کے طالب علم تھے۔ اور مولانا ایم اے کے۔ پانچوں میں گاڑھی چھنپتی تھی۔ اکثر چھیوں میں یہ چاروں مولانا کے گاؤں پر مرغ مسلم، بھنی ہوئی بیشروں اور مجھلی کے کبابوں کے لئے ”ریڈ“ کیا کرتے تھے۔ مولانا کی یہ ”وہری نوازی“ حلقہ احباب میں اچھی نظر وہ سے دیکھی جاتی تھی۔ مولانا کا یہ خیال تھا کہ یہ سب سے پہلے انسان ہیں اس کے بعد ”وہریے“ چنانچہ کام مرید مولانا اکثر علی الاعلان کہا کرتے تھے کہ مولانا بھی بہت جلد لال جھنڈے کے نیچے آ جائیں گے۔ مولانا یہ کہ استغفار پڑھتے، منہ پیٹتے، کان پکڑ کر اٹھتے بیٹھتے اور قبلہ روہو کروہ دن آنے سے پہلے مرجانے کی دعا مانگا کرتے تھے۔

مولانا بی اے میں صرف ”کمال“ تھے۔ مگر ایم اے میں پہنچتے ہی مولانا کمال ہو گئے۔ ٹھوڑی پر تین چار بار کھلنے تھے جنہیں فخریہ ڈاڑھی کہا کرتے تھے۔ ڈاڑھی والا حادثہ بھی عجیب تھا..... ہوا یہ کہ ایک دن آپ اپنے ایک دوست کی تلاش میں لیبارٹری کی طرف نکل گئے..... آپ کے دوست لیبارٹری میں بیا لو جی اسٹرنٹ سے با تیس کر رہے تھے..... قریب ہی کچھ لڑکیاں کھڑی ایک جرم من سائنس دان کی تصویر دیکھ رہی تھیں۔

”ان جرمنوں پر ڈاڑھی کتنی کھلتی ہے۔“ ایک لڑکی بولی۔

”اگر ڈاڑھی نہ ہوتی تو یہ اتنا قابل بھی نہ معلوم ہوتا“ دوسری نے کہا۔

مولانا نے دیوار پر لگی ہوئی تصویر کو غور سے دیکھا..... واقعی یہ جرم من سائنس دان ڈاڑھی میں ہذا قابل معلوم ہوا تھا۔ دوسرے دن جب مولانا شیو کرنے لگے تو ایک عدو فرنچ کٹ ڈاڑھی کی بنیاد پڑ گئی۔ مگر یہ ہمارے طالب علم اتنے بدھو ہوتے ہیں کہ انہوں نے کمال کو قابل سمجھنے کی بجائے مولانا کہنا شروع کر دیا۔ مولانا کا دل ٹوٹ گیا۔ انہوں نے سوچا کل شیو کرتے وقت قابلیت کا صفائیا کر دیں گے مگر وہ رے مقدر..... اسی دن لا بھری یہ میں ایک لڑکی بڑی دریتک لکھنگی لگائے ان کی طرف دیکھتی رہی۔ اب مولانا کی ڈاڑھی میں قابلیت کی بجائے حسن نظر آنے لگا..... اس کے بعد لڑکے انہیں مولانا کہتے رہے اور وہ خوش ہوتے رہے۔

مولان، رشید، سدھیر اور ٹکلیل چاروں ہائی سکول میں مولانا کے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ کالج میں بھی پانچوں ساتھی دا خل ہوئے تھے۔ یونیورسٹی میں بھی بی اے تک ساتھ رہا۔ اس کے بعد مولانا ایم اے میں پہنچ گئے اور یہ چاروں چونکہ بی اے میں پہنچنے کے بعد ہی کام مرید بننے کی پریکش کرنے لگے تھے اس لئے مولانا کا ساتھ نہ دے سکے۔ کمیونٹ پارٹی کے یہ چاروں ”ہدرہ“ ایک دوسرے کو کام مرید کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ مقامی پارٹی آفس کے ممبروں سے جان پچان رکھتے تھے اور کبھی کبھار و قتی ضرورت کی بناء پر حسب حیثیت پارٹی کی مالی امداد بھی کر دیا کرتے تھے۔ ”قوى ترانہ“ کے پلندے بغلوں میں دا ب کر یونیورسٹی کے لان میں چھل قدمی کیا کرتے تھے اور ہوٹلوں میں بیٹھ کر بھوک اور سرمایہ

داری پر گرم بحثیں کیا کرتے تھے..... بہر حال وہ کام ریڈ تھے اس لئے ”قومی ترانہ“، چائے، سگریٹ، چپل اور عینک بھی لوازمات ان کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

مولانا کے گاؤں سے لوٹنے وقت یہ چاروں مولانا سمیت کنور سلیم کے علاقہ پر ”ریڈ“ کرنے والے تھے۔ کنور سلیم جنک پور کے جا گیردار کے اکلوتے لڑکے اور مولانا کے کلاس فیلو تھے کنور صاحب بہت ہی مستقل مزاج آدمی تھے۔ شاید اسی لئے ایم اے کے پہلے سال میں یہ ان کا پانچواں سال تھا۔ اکثر فخریہ کہا کرتے تھے کہ میں نے مخدومین کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ متاخرین پر رعب جمایا ہے بھلا آپ لوگ میرے آگے کیا ہیں۔

مولانا کے گھرے دوستوں میں سے تھے..... مولانا کی وجہ سے رشید، شکیل، موهن اور سدھیر سے بھی دوستی ہو گئی تھی ورنہ اس سے پہلے کنور صاحب نے اپنے سے نیچے درجہ کے طالب علموں کو ”لفٹ“ نہیں دی تھی۔ کنور صاحب ان چاروں کو پسند کرتے تھے..... اس لئے پسند کرتے تھے کہ چاروں مغرونوں تھے اور ان کی باتوں سے کافی محفوظ ہوا کرتے تھے۔ ان کے معمولی سے معمولی جملے پر ہستے ہستے لوٹ جایا کرتے تھے۔ کنور صاحب جس وقت اپنے پردا دا مرحوم بھورے نواب صاحب کے کارنامے بیان کرتے تو یہ چاروں حیرت اور تجسس کے طوفان اٹھادیا کرتے تھے۔ ایک بار کنور صاحب نے اپنے وادا دا مرحوم کی پر تگالی شراب کے دفینے کا تذکرہ کیا تو ان چاروں کی راں پہنچنے لگی۔ بھورے نواب صاحب پر تگالی شراب تقریباً ڈریڈھ سو سال سے کنور صاحب کے خاندان پر مسلط تھی۔ یہ ذخیرہ کسی صورت سے کم ہی نہ ہوتا تھا..... ان کے پردا دا صرف کرتے رہے۔ اس کے بعد دادا صاحب اس خزانے کے مالک ہوئے اور وہ بھی صرف ضیافت کے سلسلہ میں بلکہ روز استعمال کرتے رہے۔ پھر والد صاحب نے اس خاندانی سرمایہ پر قبضہ کیا اور مفت خزانہ اپنے انداز میں زبانی اور عملہ دونوں طرح استعمال کرتے رہے۔ اب کنور صاحب کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ مگر پر تگالی شراب گویا کوہہ میں سمندر ہو کر رہ گئی تھی..... ڈریڈھ سو سال پرانی شراب کا تذکرہ سن کر چاروں کام ریڈوں نے چار عدد سردا آپیں بھریں اور ایسا منہ بنا لیا جیسے قیامت تک ان کے ہونٹ اس تک نہ پہنچ سکیں گے۔ مولانا پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا کیونکہ وہ بھی خاندانی رہیں تھے۔ ان کے خاندان پر بھی اگر پر تگالی نہ کہی تو کم از کم یہ روت کی انگوری شراب ضروری چھائی رہی ہو گی۔ کنور سلیم نے ان چاروں کی ادائی بھانپ کرو گردہ کر لیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی موقع پر ان لوگوں کو ضرور مددو کریں گے۔ چنانچہ چھٹیوں سے قبل جب ان لوگوں نے مولانا کے گاؤں پر ”ریڈ“ کرنے کا پروگرام بنا لیا تو کنور صاحب نے کہا کہ واپسی میں وہ ان کے علاقے پر ضرور آئیں۔

اس وقت یہ چاروں نیل گاڑی کے جھنکے کھاتے اور پر تگالی شراب کے خیالی جام پیتے جنک پور کی طرف کھنچے چلے جا رہے تھے۔ آج یہ چاروں ضرورت سے زیادہ چپک رہے تھے۔ نیل گاڑی گرد کے بادل اڑاتی ہوئی ڈھلوان راستے پر چلی جا رہی تھی۔ گاؤں والوں کے قافلے کے قافلے میلہ دیکھ کر اپنے گاؤں کو واپس ہو رہے تھے..... ”اف یہ دھرتی کی بیٹیاں“ کام ریڈ موهن جوان لڑکیوں کی قطار دیکھ کر گلگتائے.....

”ذر اطیعت روک کر“ مولانا بولے۔ ”ورنه ان دھرتی کی بیٹیوں کے لئے دیکھے ہیں ناتم نے۔“ کام ریڈ کی پیشکش

”چپ رہو بھائی سدھیر“ کام ریڈ رشید نے آزاد نظم کا دوسرا مصرعہ عنایت کیا۔

”ورنه دیہاتی گنوار“ مولانا نظم مکمل کرنے پر ٹل گئے۔

”توڑ ڈالیں گے تمہاری بہیاں اور پسلیاں“

”کھنچ لیں گے تم کو گاڑی سے ابھی“

”اور کہیں گے آؤ دھرتی کی حسین چھاڑو“

”آ کے اس ہمدرد کو حلوبہ کھلاو“

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”اور تپتی ریت میں کوئی شریر“

”ایک چروائی کی اونٹنی کی طرح بل کھائے گا“

”ایک چروائی کی اونٹنی کی طرح بھائی سدھیر“

”ہائے چروائی کی اونٹنی کیا کروں“ <http://www.kitaabghar.com>

”اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں“

”اڑا دو مسحکہ“ کامریڈ رشید سر ہلا کر بولے ”ہونے والے انقلاب..... خود میں نہ بندھوادیا تو سہی“

گھبرا دنیں مذہبی دور عصر بیب شروع ہونے والا ہے ..... چالیس چالیس درے لگواٹے بغیر سگریٹ نہ پیوں گا، مولا ناچھک کر بولے۔

”مذہبی دور“ کامریڈ سنجیدہ ہو کر بولے۔ پھر یا کیا یک ایسا معلوم ہوا جیسے اچانک شدید قسم کا دورہ پڑ گیا ہو۔ چورہ سرخ ہو گیا۔ گردن کی

رگیں تن گئیں۔ آنکھیں ابل پڑیں اپنی پوری قوت سے جیخ کر بولے ”مذہبی دور؟“

ایسا معلوم ہوا جیسے یہ دورہ چھوٹ کی طرح یکے بعد دیگرے چاروں پر حملہ کر بیٹھا ہو.....

مولانا اور زیادہ جیخ کر بولے ”ہاں ہاں مذہبی دور..... تم سب فی النار والسفر ہو جاؤ گے“ - **کتاب گھر کی پیشکش**

انتہے میں اچانک ایک بیل چلتے چلتے بیٹھ گیا..... جھٹکا جوں گا تو پھر پانچوں ایک دوسراے پر گر پڑے۔ <http://www.kitaabghar.com>

”اوہ یہ بیل گاڑی“ کامریڈ رشید دانت پیس کر آہستہ سے بولے۔

”وھر تی کے بیٹوں کی موڑ کار“ کہو مولا نانے ایسی سنجیدگی سے کہا جس میں ابھی تک جلال کی جھلکیاں موجود تھیں.....

”مت بگو“ کامریڈ رشید جھٹکا کر بولے ”مسحکہ اڑانے سے یا گنہیں دب سکتی..... پھیلی گی اور پھیلی گی..... وہ دن دو رنیں جب سونے

کی ہڈی چھوڑنے والے بلڈاگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائیں گے..... کیا حق حاصل ہے تمہیں کہ ان ریتی ہوئی لاشوں کے منہ سے نوالا چھین کر

اپنی تو ند بھرو۔ ان ننگی بھوکی آتماؤں کو خاک میں ملا کر حویلیاں کھڑی کرو..... ان خون الگتی ہوئی حسیناؤں کے چہروں کی چمک چھین کر اپنے شبستان

میں اجالا کرو..... تم چاہتے ہو کہ یہ سوتے رہیں یونہی قیامت تک سوتے رہیں..... کبھی نہیں..... ہم جگائیں گے انہیں..... بالآخر جگائیں گے..... تم

بہت دنوں تک ان پرندہب کی چادر ڈال کر انہیں تھپکیاں دے دے کر سونے پر مجبور نہ کر سکو گے..... یہ جاگ انھیں گے..... وھر تی کے بیٹے چونک

انھیں گے..... ہم جگائیں گے انہیں.....

”اچھا اچھا بہت ہو چکا“ مولا نا اور زیادہ سنجیدہ ہو گئے ”خدا کی شان میں بے ادبی نہ کرو۔ خدا نے کیا بگاڑا ہے تمہارا..... ڈرواس دن سے جب اس کے سامنے جاؤ گے..... تم خود سور ہے ہو۔ دوسروں کو کیا جگاؤ گے..... تم میں اتنی سکت کہاں۔ کافروں کی چوی ہوئی ہڈیوں کو چھوڑنے والے پہلے خود تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو لیں۔ پھر دوسروں کو اٹھائیں گے۔

خودی کو کر بیندا تاکہ ہر قدر یہ سے پہلے

**کتاب گھر کی پیشکش**

<http://www.kitaabghar.com>

خدا بندے سے خود پوچھئے بتا تیری رضا کیا ہے

تم خدا کو برا بھلا کہتے ہو..... آخر کیوں؟..... محض اس لئے کہ ذلت کی زندگی بس رکر ہے ہو۔ جانتے ہو! تم خدا کے انعام کے قابل

نہیں..... خودی پیدا کرو..... اور پھر تم اتنے بلند ہو جاؤ گے..... اتنے بلند ہو جاؤ گے.....

”خودی؟“ کامریڈ رشید نے نفرت سے ہونٹ سکوتے ہوئے کہا ”جی..... یہ خودی بھی آپ کے ڈرائیکٹ روم کی پیداوار ہے..... ذرا

ڈرائیکٹ روم سے باہر آؤ..... کوچہ و بازاری میں جسم دیکھو..... امراض کے تنوروں سے لکھے ہوئے اجسام دیکھو..... پیپ بھتی ہوئی ناسروں کو دیکھو..... کہاں جا کر مر رہی ہے تمہاری خودی..... وہ دیکھو طوائف کوٹھے کے نیچے سے تمہاری خودی کا جتنا زہ جا رہا ہے۔“

”تم خود اس کے ذمہ دار ہو“ مولانا جوش کے ساتھ بولے ”تم نے خودی کے بجائے بے خودی پیدا کی ہے..... تم نے بے خود ہو کر گناہ کئے..... اور ان کی سزا تمہیں یہ ملی کہ تم امراض کے تنوروں سے نکل پڑے۔ تمہارے ناسروں سے پیپ بہنے لگی..... تم طوائف ہو گئے۔ چپ رہیے سدھیر صاحب مجھے کہنے دیجئے کہ میرے سینے میں آگ لگی ہے۔ آپ جملوں کی نوعیت اور مذکروں و مونٹ میں پڑے ہوئے ہیں اور یہاں دنیا تباہی اور گراہی کی طرف بھاگی جا رہی ہے۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”چپ رہو“ کامریڈ رشید پوری طاقت سے چیخے۔ ”میں جگاؤں گا“.....

”تم کیا جگاؤں گے؟ میں جگاؤں گا“ مولانا بھی چیخے۔

”میں چیخ بن کر ان کے کانوں میں کو دپڑوں گا“ کامریڈ رشید اور زور سے چیخے۔

”میں صور قیامت لے کر ہمالیہ کی سب سے اوپری چوٹی پر چڑھ جاؤں گا“۔

مولانا اتنی زور سے چیخے کہ گاڑی بان نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوں لیں۔

”مت بکو“

## کتاب گھر کی پیشکش

دونوں خاموش ہو کر ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگے۔

<http://www.kitaabghar.com>

اور اب مکمل سکوت تھا..... بیلوں کے گھنگھر وؤں اور پہیوں کی چوں چرخ چوں نے ایک نیاراگ چھیڑ دیا تھا..... گاڑی بان اوگھنے لگا

تھا..... جب گاڑی کی رفتار مضمہ ہو جاتی تو چونکہ کردو چار گالیاں بکتا اور بیلکوں کی دم اینٹھے کر پھر اوگھنے لگتا..... کامریڈ رشید آنکھیں پھاڑے دو رافق

میں دیکھ رہے تھے..... کامریڈ سدھیر اور مولانا گلداز جسموں والیوں اور پھیلے پھیلے کا جل میں چھکتی ہوئی آنکھوں والیوں پر آہستہ آہستہ تبرہ کر رہے

تھے..... مولانا بھی کچھ سوچ رہے تھے..... یکا یک کھل کھلا کر ہنس پڑے..... اتنے زور سے نہیں کہ کامریڈ شکلیں اوگھنے اور گھنے چونکہ چونکہ چونکہ چونکہ چونکہ اور گاڑی

<http://www.kitaabghar.com>

بان نے ہوشیار ہو کر بیلوں کو ایک بہت ہی چکلیں قسم کی گالی دی.....

”خیرت؟“ کامریڈ شکلیں پلکیں جھپکاتے ہوئے بولے۔

## کتاب گھر کی پیشکش

”جگار ہا ہوں“ مولانا نے قہقہہ لگا کر کہا۔

”کیوں بور ہو رہے ہو؟“ شکلیں نے دوبارہ اوگھنے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔

<http://www.kitaabghar.com>

کامریڈ رشید نے مولانا کو گھور کر دیکھا اور دوسرا طرف منہ پھیر لیا۔

پھر سکوت چھا گیا..... تھوڑی دیر بعد چاروں کامریڈ اوگھنے لگے..... مولانا برابر سوچ سوچ کر مسکرائے جا رہے تھے۔ انہیں پہلے کا واقعہ یاد آ رہا تھا..... میلے میں گھوٹے گھوٹے اچانک کامریڈ رشید پر ”تجربہ“ کرنے کا دورا پڑا تھا۔ آپ نے دیہاتیوں کے ایک گروہ کو روک کر آنے والے انقلاب کی ”بشارت“ دی۔ سب حیرت سے ایک دوسرے کا منہ ٹکنے لگے۔ کامریڈ رشید نے سب سے پہلے انہیں ان کی صحیح ”پوزیشن“ سے آگاہ کیا اور اس کے بعد اقتصادی اور معاشری مسائل پر اتر آئے..... دیہاتی حیرت سے منہ چھاڑے ان کے ہاتھوں کی حرکت کے ساتھ ساتھ دیدے پھر ارہے تھے..... آپ سب سے پہلے انگریزی بولتے، اس کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کرتے اور پھر انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے..... ان کا جسم ان کی زبان کے ساتھ ساتھ اس تیزی سے حرکت کر رہا تھا کہ مولانا کو انگریزی کے فلموں کا رثونوں کا مزہ آنے لگا۔

تقریر کرتے کرتے آپ ”پروڈکشن“ پر ایک گئے..... کئی بار گردن جھٹکے کے باوجود بھی ”پروڈکشن“ کا ترجمہ ذہن میں نہ آیا..... ایک بوڑھے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے ”پروڈکشن، پروڈکشن، یعنی کہ..... یعنی کہ..... پروڈکشن سمجھتے ہو؟“

بوڑھے نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی معصومیت سے سر ہلا کر کہا تھا۔

”ناہیں صاحب! مگر تحسیلدار صاحب کو جانتا ہوں۔“

مولانا نہ پڑے تھے اور کامریڈ رشید کو کوفت ہو رہی تھی۔ بہر حال کامریڈ رشید کا ”تجربہ“ ناکام رہا تھا۔ جس وقت جمع برخاست ہوا تھا تو ایک بے ڈھنگ سے دیپہاتی نوجوان نے نہ کر کھا۔ ہم سمجھے شاید سالا بخار کیدوا بانٹتا ہے۔ مولانا یہ سن کر ہنسنے ہنسنے دوہرے ہو گئے تھے اور جب بھی اس واقعہ کے متعلق سوچتے انہیں بے اختیار بُنگی آ جاتی۔ اس وقت بھی ان کی بُنگی کی محکم بھی چیز تھی۔ وہ سوچتے عجیب بات ہے کہ سونے والے ان کامریڈ صاحب کی چیز کو سخراپن سمجھتے ہیں۔ مولانا نے اس حادثے کا خوب مضمکہ اڑایا۔ کامریڈ رشید اسی پڑائے رہے کہ ”انہیں جا گناہی پڑے گا“ مولانا نے کہا تھا کہ مذہب کو درمیان میں لا کر انہیں جو کچھ سمجھاؤ اسے اتنی ہی آسانی سے سمجھ لیں گے جتنی آسانی سے ہواں کا رخ دیکھ کر باش کی آمد ”صوغہ“ لیتے ہیں۔ ان سے اگر یہ کہہ دو کہ زمیندار کو لگان نہ دو مذہب یہی کہتا ہے تو یہ جان دے دیں گے مگر لگان نہ دیں گے۔ کامریڈ رشید اس پر اپنے ہونٹوں میں تغیر آمیز کھچا و پیدا کر کے خاموش ہو گئے تھے۔

<http://www.kitaabghar.com>

چاروں کامریڈ اونگھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد مولانا بھی اونگھ گئے۔ پانچوں اونگھتے رہے اور گاڑی ریگتی رہی۔ حتیٰ کہ جا گیردار صاحب کی حوصلی آگئی۔ پانچوں چونکے۔ اطلاع ملتے ہی کنور صاحب نے انہیں اندر بلایا۔ ڈرانگ روم بہت ہی شاندار تھا۔ چاروں کامریڈ ہر چیز کا بغور جائزہ لینے لگے۔ کنور صاحب جو ضرورت سے زیادہ محظوظ ہو رہے تھے۔ تعارف کرنے لگے۔ یہ گلدن دا جان کو ایک چینی سیاح نے بطور تخفیہ دیا تھا۔ یہ مجسمہ والد صاحب پیرس سے لائے تھے۔ یہ تصویر لارڈ ولزلی نے پردا دا مرحوم کوان کی سالگرہ کے موقع پر عنایت کی تھی۔ اودہ یہ اگالدان چنگیز خان کا ہے۔ وہ دیکھنے یہ اس ہر فنی کی سینگیں جس کی یاد میں جھانگیر نے ہر نینار تعییر کرایا تھا۔ وہ یہ شیر کی کھال۔ میں نے۔۔۔

## کتاب گھر کی پیشکش

”اور یہ صوفہ سیٹ؟“ مولانا بات کاٹ کر بولے۔

”یہ بھیں خریدا گیا تھا“ کنور صاحب نے بے دلی سے جواب دیا۔

”میں سمجھا شاید از بکستان۔۔۔“

”اوہ نوؤڈیئر“ کنور صاحب سر ہلا کر بولے۔ یہ آپ اور رشید صاحب کچھ کھنچ کھنچے سے کیوں نظر آ رہے ہیں۔

”مذہب پر جھگڑا ہو گیا ہے“ کامریڈ قلیل نے کہا۔

”اوہ نوؤڈیئر۔۔۔ مذہب بھی کوئی لڑنے کی چیز ہے۔“ کنور صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔ لڑائی تو صرف تین چیزوں پر ہونی چاہئے زر، زن اور زمین۔

تحوڑی دیراںی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد پانچوں کو غسلخانہ دکھایا گیا۔

شام کو پائیں باغ میں گھرے سرخ رنگ کی پرتگالی شراب کے دور چلنے لگے۔ کامریڈ رشید پر جیسے بولنے کا دورہ پڑ گیا تھا۔ کیونزم سے متعلق اب تک جتنی کتابیں رہی تھیں سب دہرا گئے۔ درمیان میں تینوں کامریڈ بھی بول پڑتے تھے۔ مولانا الفراہی، الکندی اور رازی پر اتر آئے تھے۔ کنور سلیم خاموش تھے۔ ان کی آنکھیں نشے سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ کبھی بھار صرف نہیں دیتے تھے۔ اچانک کامریڈ رشید گفتگو کا رخ بد کر گھیٹ کر بولے۔ ”یہ گلاس۔۔۔ اس گلاس میں۔۔۔ غری۔۔۔ بوس کا۔۔۔ لوہو۔۔۔ ہے۔“

”اوہ نوؤڈیئر۔۔۔ اس میں پرتگالی شراب ہے ڈیڑھ سو سال پرانی“ کنور صاحب نے انقلابی لظم کے پہلے ہی مصرع پر اصلاح دی۔

”ٹائیں۔۔۔ غری۔۔۔ بوس کا لوہو ہے۔۔۔ او۔۔۔ اوہ ہو ہو ہے“ کامریڈ رشید زار و قطار رونے لگے۔ کامریڈ سدھیر نے ”ہوہو“ کی ہائک لگائی۔ آہستہ آہستہ چاروں رونے لگے۔ مولانا نے اپنا گلاس خالی کر کے بڑے ذوز سے قہقہہ لگایا۔۔۔

”اوہ نوؤڈیئر تم سب گاؤ“ کنور صاحب نے کہا اور اپنی بھاری بھر کم آواز میں گانے لگے ”نا چونا چو پیارے من کے مور“

”ہام ناق.....چیں“ کا مرید رشید جھوم کراپنے سینے پر انگلی مارتے ہوئے بولے۔

”ناچو“ کنور صاحب بھی جھوم کر بولے۔

کا مرید رشید نے اٹھ کر ایک ہاتھ پر سر رکھا اور دوسرا کمر پر باقاعدہ ناچنے لگے۔ تھوڑی دریتک خاموشی سے ناچتے رہے اور اس کے بعد گا گا کر ناچنے لگے۔ یہ غریبوں کا ہوا ہے۔ یہ غریبوں کا ہوا۔ تاک دھنا و حسن تاک دھنا و حسن۔ انقلاب زندہ باد۔ تاک دھنا و حسن۔ تاک دھنا و حسن۔ انقلاب زندہ باد۔ مولا ناران پر طبلہ بجا بجا کر گانے لگے ”اللہ باقی من کل فانی۔ اللہ باقی من کل فانی۔“

”تاک دھنا و حسن۔ تاک دھنا و حسن۔ انقلاب زندہ باد۔“

”اللہ باقی من کل فانی۔“ کی پیشش

”تاک دھنا و حسن زندہ باد۔“ <http://www.kitaabghar.com>

چاروں کا مریدوں نے مل کر گانا شروع کیا ”تاک دھنا و حسن زندہ باد۔ تاک دھنا و حسن زندہ باد۔“

”اللہ باقی من کل فانی۔“ مولا نا بھی اٹھ کر ناچنے لگے۔

کنور صاحب نے اتنے زور کے قہقہہ لگایا کہ لان چیر سمیت الٹ گئے۔

پر تگالی شراب کی خالی صراحیوں پر شوق رنگ مار رہی تھی۔ <http://www.kitaabghar.com>



# کتاب گھر کی پیشکش

## ایک یادگار مشاعرہ

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

اردو مل میں فیل ہونے کے بعد پان بیڑی سگریٹ کی چھوٹی سے دوکان کھولی۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آج کل ایم اے، بی اے پاس لوگوں سے کوئی جوتے میں پاش بھی نہیں کرواتا یہ سمجھ لججے کہ یہ لوگ اپنی نامعقولیت کی ہناء پر خونہیں کرتے۔ لہذا میں نے سوچا کہ مل پاس کرنے میں جتنا عرصہ لگے گا اتنے دنوں میں کم از کم میں اپنے پیروں پر تو ضرور کھڑا ہو جاؤں گا اور پھر اگر میں نے مل پاس بھی کر لیا تو کون سا بڑا تیر مار لوں گا۔ جبکہ اچھے پڑھنے لکھوں سے لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ

کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرو تیر کو

اور مجھے نکتہ چینوں سے یوں بھی انہتائی نفرت ہے۔ اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تجارت ہی کی جائے۔ ابھی تین ہی ماہ تجارت کی تھی کہ اچانک ایک حادثہ کے تحت شادی بھی کرنی پڑی اور آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گئی کہ میری یہوی کو جہیز میں ایک بھینس ملی۔ یہ عمارت جو آپ دیکھ رہے ہیں نا یا اسی بھینس نے بنائی ہے۔ آپ تعجب کریں گے لیکن میں آپ سے حلقویہ کہتا ہوں..... سنئے ہوا یوں کہ میں نے پان بیڑی سگریٹ کے ساتھ ہی ساتھ دودھ بھی بیچنا شروع کر دیا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ دودھ کی تجارت بڑی منفعت بخش ہوتی ہے۔ میں آہستہ آہستہ ترقی کرنے لگا اور آج تو خیر سے کئی شہروں میں میری ڈریاں ہیں۔ میں نے جنگ کے زمانے میں دل کھول کر چندہ دیا۔ اس لئے سرکار انگلشیہ کے حضور مجھے ۱۹۲۵ء میں شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا۔ اس شہر کے کئی یتیم خانوں اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی کر رہا ہوں۔ کئی بار متعدد جلسوں کی صدارت بھی کر چکا ہوں اور اب بھی جب موقع ملتا ہے صدارت سے باز نہیں آتا۔

آج صحیح دفتر میں بیٹھا حساب کر رہا تھا دو تین حضرات ایک مشاعرے کی صدارت کا دعوت نامہ لے کر آئے۔ کسی مشاعرے کی صدارت کرنے کا میرے لئے یہ پہلا موقع تھا لہذا میں نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

”اس مشاعرے کی غرض قومی خدمت ہے۔“ ایک صاحب بولے۔

”اور آپ جیسا قوم کا ہمدرد ہمیں اس زمانے میں تو نظر نہیں آتا۔“ دوسرے نے کہا۔

”ای لئے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔“ تیرے صاحب بولے۔

”یہ مشاعرہ دراصل چندے سے ہو رہا ہے۔“ تیرے صاحب جیب سے رسید بک نکال کر اس پر کچھ لکھتے ہوئے بولے ”مشاعرے کی آمدنی سے ایک مرغی خانہ کھولا جائے اور مرغی خانے کی آمدنی سے ایک یتیم خانے اور یتیم خانے میں قوم کے لاوارث بچے۔“

انہوں نے رسید کاٹ کر میری طرف بڑھا دی۔

”مگر..... مگر.....“ میں پانچوں کی رقم دیکھ کر ہکلایا۔

”میں سمجھتا ہوں کہ یہ قلیل رقم آپ کے شایان شان نہیں..... لیکن ہم اس سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتے۔“ تیرے صاحب رسید بک پیٹ کر جیب میں رکھتے ہوئے نہایت اطمینان سے بولے۔

کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے میں نے چیک بک نکال کر پانچ سو کا چیک کاٹ دیا۔

”شکریہ۔“ ایک نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ”ہم میں سے کوئی ۱۵ ادھمر کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔“

ان لوگوں کے جاتے ہی میں سوچنے لگا۔ پانچ سورو پے میں یہ صدارت کچھ زیادہ مہنگی نہیں پڑی اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ پلک

بھی مجھ سے واقف ہو جائے گی۔ ان کی دیکھا دیکھی اور دوسرے شہروں کے لوگ بھی مجھے مدعو کرنے لگیں گے..... اور پھر..... مگر مشاعرے میں شاید مجھے خطبہ صدارت بھی پڑھنا پڑے۔ پندرہ دسمبر کو بھی دس روز باقی ہیں۔ اتنے عرصے میں خطبہ لکھا اور رئا جاسکتا ہے۔ میں نے حساب کا رجسٹر ایک طرف رکھ کر خطبہ صدارت لکھنا شروع کر دیا۔

”حاضرین و حاضرات و بانیان مشاعرہ۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ مجھے صدر بنادیا۔“

لیکن یہ تو درست نہیں۔ اس میں تھوڑی سی خاکساری بھی ہونی چاہئے۔ لہذا میں نے اسے کاٹ کر ایک دوسری سطر لکھنی شروع کی۔

”حاضرین و حاضرات و بانیان مشاعرہ۔ آپ نے مجھے گھامز آدمی کو صدر بننا کرتا ہمای حماقت کا ثبوت دیا ہے..... اس وقت مجھے مولوی محمد غالب علی صاحب کا شعر یاد آ رہا ہے۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب

شرم تم کو مگر نہیں آتی

غالب علی غالب بہت بڑے شاعر تھے۔ اتنے بڑے اتنے بڑے کہ کتنا بڑا کہا جائے۔ ایک بارہ وہ سہار پور سے فتح محمد پور جا رہے تھے راستہ میں انہیں ایک اللہ والے بزرگ ملے اور انہوں نے ان کو کچھ جزی بولی کھلا دی پھر وہ بہت بڑے شاعر ہو گئے۔ اللہ والوں کا کیا کہنا ہمارے محلے میں بھی ایک بزرگ رہتے ہیں۔ اولاد والوں کو بے اولاد کر دیتے ہیں۔ آنکھ والوں کو نا بینا اور تند رست کو مجبور ولا چار کر دیتے ہیں۔ میرے چھوٹے لڑکے کو بہت چاہتے ہیں۔ اس کو دلار میں بگوا کہتے ہیں۔ شعرو شاعری سے انہیں بہت دلچسپی ہے۔ آج کل انہیں بخار آڑا ہے ورنہ میں ان کو اپنے ہمراہ ضرور لاتا۔

میں آپ سے قسمیہ کہتا ہوں کہ میں بہت نالائق آدمی ہوں۔ زرا چخد ہوں۔ آپ نے خواہ مخواہ مجھے صدر بنادیا۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے شعرو شاعری سے بہت دلچسپی ہے۔ وہ لکھنؤ کی منی جان ہیں نا انہوں نے صرف میرے لئے بہت سی غزلیں یاد کر رکھی ہیں۔ آپ نے شاید منی جان کو گاتے نہیں سننا۔ واللہ غصب کی چیز ہے۔ کیا گلا پایا ہے۔ کبھی لکھنؤ آئیے تو آپ کو مجر انساں گا۔ یہاں تک لکھنے کے بعد میں سوچنے لگا کہ تقریر میں موقع موقع سے کچھ اشعار ہونے چاہیں۔ لہذا میں نے تقریر کو فوراً ہی سنبھال لیا اور لکھنا شروع کیا۔ بھائیو! مجھے یہ شعر بہت پسند ہے:

آیا کرو ادھر بھی مری جاں کبھو کبھو  
نکلیں ہمارے دل کے بھی ارماں کبھو کبھو

ایک بار منی جان اس شعر کو گاری تھیں۔ سماں بندھا ہوا تھا کہ اچانک میں وہاں پہنچ گیا جس وقت اس نے کبھو کبھو کی تحریر شروع کی مجھے خون کی قی ہو گئی اور عرصہ تک پہنچ میں بتلارہا۔ اب اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں لیکن ابھی قدرے نقابت باقی ہے اگر مر جاتا ہی ہوتا

لئے پھرتی ہے بلبل چونخ میں گل  
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

شہید ناز اف۔ شاید آپ کو یاد ہو گا کہ آغا حشر کمپنی نے ایک ڈرامہ شہید ناز کھیلا تھا۔ صاحب مجھے تو بہت پسند آیا تھا۔ کچھ نہیں تو سانچھ بار ضرور میں نے اس کھیل کو دیکھا ہو گا۔ اس میں ایک لڑکی کام کرتی تھی۔ اس کا نام گل خیر و تھا۔ ہائے ہائے کیا چیز تھی..... گل خیر و ایک دوا کا بھی نام ہے جو بوا سیر کے لئے اسی سر ہے۔ بوا سیر چاہے خونی ہو چاہے بادی۔ گل خیر و کو ایال کرچا لیس دن صبح شام پی لیجئے خدا نے چاہا تو بالکل آرام ہو جائے گا۔ یہ ایک فقیر کا بخشش ہوا نہ ہے۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ اردو کے بہت بڑے شاعر محمد غالب علی خان صاحب کے پاس برہان قاطع کے کئی نسخے تھے۔ لیکن میری سمجھ میں آج تک نہ آیا کہ برہان قاطع کون سی بیماری ہے۔ ممکن ہے پرانے زمانے میں رہی ہو۔ اب نہ ہوتی ہو۔ کون جانے.....

میں ایک بار پھر آپ سے کہوں گا کہ مجھے جیسے الو کے پٹھے کو ناقص صدر بنادیا۔ خیراب آپ نے مجھے اس لائق سمجھا ہے تو میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ ہر ماہ ایک مشاعرہ کیا کروں گا لیکن میں ایک بات آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ لوگ مشاعرے میں بہت زیادہ ”واہ واہ“ نہ کیا کیجھے۔ جب کوئی شعر پڑھتا ہے اور آپ لوگ ”واہ واہ“ کرنے لگتے ہیں تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے ایک سکتا کسی اونچی جگہ پر بیٹھا بھونک رہا ہو اور مجھے نیچے سے ”دت دت“ کر رہا ہو۔ اس لئے آپ واہ وانہ کیا کیجھے... ایک بات اور... مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے شعرائے کرام اپنی صحت کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ چائے، شراب اور سگریٹ کثرت سے پیتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کے بجائے وہ خالص دودھ اور تازہ مکھن استعمال کریں تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان کی شاعری کہیں کی کہیں جا پہنچے۔ میں آپ سے قسمیہ کہتا ہوں بلکہ حلف اٹھانے پر تیار ہوں کہ میری ڈیریوں میں آپ ہمیشہ خالص دودھ اور خالص مکھن پائیں گے۔ آپ کے شہر میں بھی میری ایک ڈیری ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آزمائش کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ آپ نے مجھے جیسے نالائق اور جانکلو کو اپنے مشاعرے کی صدارت کے قابل سمجھا۔ اب مشاعرے کی کارروائی شروع ہوتی اس لئے

## کتاب گھر کی پیشکش

نہ چھیڑاۓ نکھت باد بہاری راہ لگ اپنی  
تجھے انھیلیاں سو جھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

خطبہ صدارت لکھ کرنے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ۱۶ دسمبر کو مشاعرہ تھا۔ ۱۷ دسمبر تک میری حالت یہ ہو گئی کہ چھوٹے بچے مجھ سے خوف کھانے لگے۔ ہوا یہ کہ ایک دن ایک بچے نے مجھے تھائی میں قد آدم آئینے کے سامنے خطبہ صدارت دہراتے دیکھ لیا۔ اس کے بعد ہی مجھے ایک عرصہ کے لئے بچوں سے نجات مل گئی۔

۱۶ دسمبر کی رات کو بھی مشاعرہ شروع ہونے میں کافی دریتی ہی لیکن پنڈال میں تل رکھنے کو بھی جگہ نہ رہ گئی تھی۔

سیکرٹری صاحب نے آہستہ سے میرے کان میں کہا ”یاں شہر کی تاریخ کا غالباً پہلا کامیاب مشاعرہ ہو گا۔“

”اچھا!“ میں نے جیرت سے کہا۔

”یہ محض آپ کی صدارت کی وجہ سے ورنہ پچھلے سال بھی ہم نے مشاعرہ کیا تھا۔“

”ارے..... بھلامیں کیا..... ہی ہی ہی!“

”نہیں واللہ یہ محض آپ کے نام کی جادواڑی ہے۔ اور پھر آج کون ہے جو دنیاۓ ادب میں آپ سے آنکھیں چاڑ کر سکے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اردو محض آپ کی وجہ سے زندہ ہے تو بے جانہ ہو گا..... اگر آپ کی ہستی نہ ہوتی تو ہم یہ مشاعرہ بھی نہ کر سکتے..... حالانکہ تین سو کا گھانا ہے۔“

”گھانے کی آپ پرواہ نہ کیجھے“ میں نے جوش سے کہا۔

مشاعرہ شروع ہوا..... تھوڑی دریتک مقامی شعرا اور شو قین طباء کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔ اس کے بعد میں نے خطبہ صدارت پڑھا اور مشاعرے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ دو مشاعر پڑھ کر کے تھے۔ تیرے کا نام پکارا ہی جا رہا تھا کہ ایک سور قیامت اٹھا۔ وہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پیلک کے دو پسندیدہ شاعر گیٹ پڑا گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب تک سیکرٹری خوندیں آئیں گے ہم ڈاکس پر نکیں جائیں گے۔

سیکرٹری بیچارا ہوتا ہی اس لئے ہے..... لیکن دو عدد بگڑے ہوئے شاعروں کا سنبھالنا اس اکیلے کے بس کا روگ نہ تھا۔ اس لئے چند رضا کاروں کی خدمات بھی حاصل کی گئیں..... بڑی مشکل سے دونوں حضرات مجھو منے جھامنے نئے میں دھت ڈاکس تک آگئے..... ان میں سے ایک صاحب نے جوتا اتارنا مناسب نہ سمجھا اس لئے پیر لٹکا کر کنارے پر ہی بیٹھ گئے۔ دوسرے حضرت مجھے گھورتے رہے پھر اچانک انہوں نے جھک کر نہایت ادب سے مجھے سلام کیا اور اجازت لے کر میرے قریب ہی بیٹھ گئے۔

سیکرٹری صاحب نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا..... ”حضرت آپ کو یہ سن کر بڑی خوشی ہو گی کہ آپ کے محظوظ شعرا حضرت جہاز اور

حضرت مجال تشریف لے آئے ہیں۔ اب مشاعرے کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوتی ہے۔“

سیکرٹری صاحب کے اشارہ کرنے پر معلوم ہوا کہ میرے قریب بیٹھے ہوئے بزرگ حضرت جہاز ہیں۔

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”صدر صاحب“ جہاز صاحب نے میری طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

”فرمائیے۔“

”سلام الیکم“ جہاز صاحب نے اپنی پیشانی پر پورا ہاتھ رکھ کر کہا۔

”علیکم السلام“ میں نے اخلاق ادا نت نکال دیئے۔

تحوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد جہاز صاحب پھر چونکے۔

”صدر صاحب“

”فرمائیے۔“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”آپ سلام کا جواب نہیں دیتے“ جہاز صاحب بولے۔

”علیکم السلام“ میں نے اپنی بد اخلاقی پر شرما کر کہا۔

تحوڑی دیر تک جہاز صاحب اپنے مخصوص انداز شعروں کی داد دیتے رہے اس کے بعد پھر مجھ سے مخاطب ہوئے۔

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”میں آج کی رات خود کو یہ محسوس کر رہا ہوں۔“

میں نے پھر دانت نکال دیئے۔

”آپ بھی ہنتے ہیں..... میں آپ کو مار دوں گا..... ٹھائیں۔“

جہاز صاحب نے باسیں ہاتھ کی کلے کی انگلی پھیلا کر اونگوٹھے میں داسیں ہاتھ کی کلے کی انگلی پھسا کر بندوق چلانی۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”صدر صاحب“

”جی۔“

”ٹھائیں۔“

ایک شاعر پڑھ کر اٹھ ہی رہا تھا کہ جہاز صاحب نے اسے بھی اپنی انگلیوں کی بندوق سے شہید کر دیا اور پھر یہ بیک سارے مجھ پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جب انہیں اچھی طرح سے طینان ہو گیا کہ اب ایک بھی تنفس زندہ نہیں رہا تو وہ مجال صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

”مجال اے مجال..... جناب صدر میرے باپ کے والد صاحب ہیں۔“

کہہ کہ جہاز صاحب میرے ہاتھ چومنے لگے۔ اس کے بعد جب انہوں نے منہ چومنے کی کوشش کی تو میں بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

”خدا کی قسم صدر صاحب دانت نہیں کانوں گا..... اجی بس..... اجی بس..... واہ میری جان“ میں بڑی طرح جھینپ رہا تھا وہ تو کہنے

سیکرٹری صاحب نے موقعے کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے فوراً جہاز صاحب کے نام کا اعلان کر دیا اور نہ معلوم نہیں کیا ہوتا۔

جہاز صاحب مائیک پر پہنچے۔ تھوڑی دیر تک بیٹھے انگلی نچاتے رہے۔ پھر نجانے کیا خیال آیا کہ کھڑے ہو گئے۔ مجھ نہ شور مچانا شروع

کر دیا..... آپ دو تین بار لڑکھڑائے اس کے بعد کہنا شروع کیا۔  
 ”بھائیو آپ سب میرے باپ کے بھائی صاحب ہیں..... دیکھئے..... میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں.....“ پھر ان کے انداز سے ایسا معلوم ہوا جیسے پیشوں از تلاش کر رہے ہوں۔

”جہاز صاحب بیٹھ کر پڑھے“ سیکرٹری صاحب نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

”جائیے نہیں پڑھتا“ جہاز صاحب روٹھ کراپنی جگہ پڑھ بیٹھے۔

”ارے ارے جہاز صاحب“ متعدد آوازیں آئیں۔

”نہیں نہیں صاحب، آپ نہیں پڑھ سکتے“ جہاز صاحب سیکرٹری سے جھلا کر بولے۔

مجمع نے تھوڑی دیر صبر کیا اس کے بعد ”مجال صاحب مجال صاحب“ کی آواز بلند ہونے لگی۔

سیکرٹری نے بھی داشمندی سے کام لے کر ”مجال صاحب“ کے نام کا اعلان کرویا۔

مجال صاحب پڑھنے بیٹھے ہی تھے کہ جہاز صاحب کو پھر تاؤ آگیا۔

”مجال تمہاری اتنی جرأت..... میں تم سے بڑا شاعر ہوں..... پہلے میں پڑھوں گا“ جہاز اٹھتے ہوئے بولے۔

”کیا سکتے ہو..... لوٹ دے ہو“ مجال صاحب کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل پڑیں۔

جہاز صاحب مجال صاحب کو پرے و حکیل کرما نیک کے سامنے بیٹھ گئے۔

مجال صاحب نے انہیں ڈاؤں کے نیچے چھینک دیا اور مضبوطی سے پڑا کر پڑھنے لگے۔ اب کی جوتا تو آیا جہاز صاحب کو تو مجال صاحب کے سر پر ایک عدد چانٹا تصنیف کر دیا..... بس پھر کیا تھا ادھر ڈاؤں پر یہ دونوں شاعر گتھہ ہو گئے اور ادھر مجمع میں بھلکڑ رج گئی..... میری جو شامت آئی تو ان دونوں حضرات کو الگ کرنے لگا..... اتنے میں ایک غنڈہ ڈاؤں پر چڑھا آیا اور مجھے ایک طرف و حکیل کر بولا۔ ”ابے تو کیوں بیج میں بوتا ہے۔“

پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور قدرے چھکتے ہوئے اچھل اچھل کر کہنا شروع کیا۔

”واہ بیٹا..... ذرا گھوم کے..... ابے مار دے ٹانگ..... ٹانگ تھام کے الٹ جا..... ابے بائیں سے..... ہاں..... شابش..... دھت سالے کی نہیں تو۔“

مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ پھر کیا ہو..... البتہ تھوڑی دیر بعد وینگ روم میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ جوتے کی دوکان تک ننگے پیر کیونکر جاؤں۔



# کتاب گھر کی پیشکش میں اس سے ملا

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

اداں ہوتا ہوں تو انناس کے مربے کی تلاش ہوتی ہے نہ ملے تو پھر خناس، آج تک یہ بات سمجھ میں نہ آسکی کہ اداسی اور انناس کے مربے

## کتاب گھر کی پیشکش

میں کیا رشتہ ہے اور اگر نہ ملے تو خناس کیوں؟

بہر حال یہ خناس بعض اوقات بڑی مشکلات میں بتلا کر دیتا ہے۔ غالباً ۱۹۲۰ء کی بات ہے۔

بسمی میں تھا اور اس دن بہت اداں تھا۔ معلوم نہیں کیوں، انناس کا خیال آتے ہی ایک فلمی ادا کارہ یاد آئی اور میں چل پڑا انزو یو لینے

کے لئے۔

ان دنوں بھی مشغله تھا۔ فلم ایکٹر ہوں سے ملتا اور ان سے ملاقاتوں کی داستان لکھ کر ایک کپ چائے کے عوض کسی ایڈیٹر کی نذر کر دیتا۔

ہاں تو میں اس سے ملا۔ ملنے کے لئے اس قدر بے چین تھا کہ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی اس کی..... رہائش پر پہنچ گیا۔ جب اس کے

<http://www.kitaabghar.com>

ڈرائیکٹر میں داخل ہوا تو وہ خاص پرائیویٹ حالت میں نظر آئی۔

ایک ٹائپ رائٹر پر سر رکھے میز پر کھڑی گنگاری تھی۔

مجھے دیکھ کر میز سے اتری اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگی۔ ”اوہ تم آگئے؟“ کہتے ہوئے اس نے ٹائپ رائٹر میرے سر پر دے

مارا..... پھر خود اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی اور جیچ کر دنے لگی۔ جب خوب سارو چکی تو ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔

<http://www.kitaabghar.com>

”آپ، آپ کون ہیں؟“

”جی میں انزو یو لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں!“ میں نے رومال سے پیشانی کا خون پوچھتے ہوئے کہا۔

”ارے توبہ، میں آپ کو ہیر و سمجھی تھی!“

”ہیر و!“ کتاب گھر کی پیشکش

”جی ہاں میں ریہر سل کر رہی تھی۔ معاف کیجئے گا!“

”کوئی بات نہیں!“ میں نے مختندی سانس لی۔

”تشریف رکھئے.....“

## کتاب گھر کی پیشکش

وہ بے حد سیدھی سادی معلوم ہوتی تھی، چونکہ اس کے کپڑوں سے ہلدی اور دھنیا اور سرسوں کے تیل کی بوآری تھی، اس لئے میں اس نتیجے

پر پہنچا کہ وہ امور خانہ داری میں بھی بے حد و پچی لیتی ہے۔

میں اس کی خوش اخلاقی پر عش عش کرنے کا ارادہ ترک کر کے اصل موضوع پر آگیا۔

”یہ تو آپ جانتی ہیں کہ میں کس لئے حاضر ہوا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”جی بہت اچھی طرح..... آپ سوالات کیجئے۔ لیکن یہ بتادیئی ضروری سمجھتی ہوں کہ میں الجبرا میں ہمیشہ کمزور رہی ہوں۔“

”کوئی بات نہیں، میں ارجمند کے سوال کروں گا۔ آپ یہ بتائیے اگر“ ایک کام کو پانچ دن میں کرتا ہے تو ”ب“ جس کے کام رفتار

پانچ سو میل فی گھنٹہ ہے ”ا“ کے ساتھ مل کر کتنے دنوں میں کرے گا جبکہ ”ا“ کے کام کی رفتار صفر ہے۔ وہ تھوڑی دیر سوچ کر بولی ”نہ میں ”ا“ کو جانتی ہوں اور نہ ”ب“ کو۔ کام اگر سیئٹھ کے گھر ہوتا تو رات بھر میں ختم ہو جائے گا اور اگر کام کا تعلق ڈائریکٹر سے ہے تو کئی فلموں میں ایکسرا کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا!

<http://www.kitaabghar.com>

”اور کچھ؟“ اس نے سوال کیا۔

”آپ فلمی دنیا میں کس طرح آئیں؟“

”میں غالباً پہلے بذریعہ ترین آئی، پھر وکتور یا پرپٹھی۔ اس کے بعد چھوٹو بھائی کھٹ کھٹ بھائی کے ذریعے ڈائریکٹر بیکار تک پہنچی۔“

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”بیمارالو!“

”پہلی بار آپ نے کیمرے کے سامنے کیا محسوس کیا؟“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”بجی..... میں روز صحیح لکش صابن کھاتی ہوں۔“

”ایک بات اور پوچھوں، آپ براؤ نہیں مانیں گی!“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”بات دراصل یہ ہے..... وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی ”مجھے کتوں سے زیادہ شوہر پسند ہیں۔“

”کتنے بھوکتے بہت ہیں اور کبھی کبھی کاٹ لیتے ہیں!“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”انیں سال“

”کیا آپ کسی شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”بجی ہاں!“

”وہ کیا کرتے ہیں؟“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”سولہ عدو!“

”بچے پیدا کرتے ہیں!“

## کتاب گھر کی پیشکش



## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”جی ہاں اکثر کھانے کا اتفاق ہوا ہے!“

”اور انگڑا!“

## کتاب گھر کی پیشکش

”آپ کو ادب سے بھی کچھ دلچسپی ہے؟“

”جی ہاں، سیٹھ سے لے کر رہا چلانے والوں کے تک کا ادب کرتی ہوں!“

”آپ کو ڈائریکٹروں میں کون سابق سے زیادہ پسند ہے!“

”وہ جسے میرے بچوں کی تعداد معلوم نہ ہو!“

”بہت خوب، اب میں جیو میٹری کے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔“

”شوک سے!“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”ایک اور صرف ایک دائرہ تین ایسے نقطوں سے گزر سکتا ہے جو ایک ہی خط مستقیم پر نہیں ہے، یہ کس مسئلے کا دعویٰ عام ہے۔“

”میں اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی، یونکہ ابھی میری میری عمر چوبیس سال کے کم ہے، کوئی دوسرا سوال پوچھنے شاید میری جیو میٹری بھی کمزور رہے۔“

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”بچپن میں آپ کن چیزوں کی شائق تھیں!“

”زیادہ تر پنگ اڑایا کرتی تھی۔“

”صرف اڑاتی تھیں یا لڑاتی بھی تھیں؟“

”میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی!“

”اوہ، لیکن یہی سوال تو اثر و یوکا حاصل ہے۔“

”مجبوڑی ہے!“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”میں ہاتھ جوڑتا ہوں، اس سوال کا جواب ضرور دیجئے!“

”نہیں صاحب! اوہ اچھی رہی!“

”خیر آپ کی مرضی!“ میں نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

”ارے..... ارے..... آپ رورہے ہیں!“

”رو لینے دیجئے مجھے!“

”بس اب خدا کے لئے چپ ہو جائیے..... اچھائی..... میں بتاتی ہوں!“

”نہیں، نہیں مت بتاتیے! مجھے رو رو کر مر جانے دیجئے!“

”شیطان کے کان بہرے.....!“

”شیطان کے کان بہرے!“ میں خوشی سے چینا!

”جی ہاں!“

”ایک بار پھر کہئے!“

”کاش آپ زندگی بھردہ رہاتی رہیں..... اور میں متار ہوں!“

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

”کیا آپ مجھ کھد رہے ہیں!“

وہ خوش ہو کر بولی۔

”صد فی صدق صحیح!“

”کچھ اور پوچھنا ہے آپ کو؟“

”صرف ایک سوال، فی الحال آپ کا شوہر کون ہے؟“

”آج کل تو کوئی بھی نہیں ہے!“

”کیا میں اپنی خدمات پیش کر سکتا ہوں!“

”آپ کو شرم نہیں آتی، ایسی باتیں کرتے ہوئے!“ اس نے دانتوں میں انگلی و باکر پلکیں جھپکالیں۔

”معافی چاہتا ہوں!“

”خیر، یہ بتائیے آپ کے پاس کتنی کاریں ہیں!“

”کاریں کتنا لگ کاریں!“ میں نے آہستہ آہستہ انہنا شروع کر دیا۔

”جی بآں کاریں!“

”جی بآں کاریں!“

”جج جی بتاتا ہوں، وہ کاریں!“

اب میں دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس نے مصافی کے لئے ہاتھ بڑھایا، میں نے سڑک پر چھلا گیک لگادی اور ایک کار دندناتی ہوئی مجھ پر سے گزر گئی۔☆



# کتاب گھر کی پیشکش حصہ نظم

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

انتخاب: ابن صفی

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش گئے وہ نہ سہر ہمارا کتب اگر آر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

جو کہہ نہ پائے نہ جانے وہ کیا چیز ہوتی



## کتاب گھر کی پیشکش

متوں ذہن میں گونجوں گا سوالوں کی طرح  
<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

تھجھ کو یاد آؤں گا گزرے ہوئے سالوں کی طرح

ڈوب جائے گا جو کسی روز یہ خوراکید اٹا

مجھ کو دھراوے گے محفل میں مثالوں کی طرح  
کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>



<http://www.kitaabghar.com>

کتاب گھر شیش محل خوابوں کے سارے پل میں چکنا چور ہوئے  
کتاب گھر کی پیشکش

آس پڑوں کے لوگ بھی تم کو پہچانیں تو بات بھی ہے  
<http://www.kitaabghar.com>

جگ بنتی لکھ لکھ صفی جی یوں تو بہت مشہور ہوئے

## کتاب گھر کی پیشکش



## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

روح پر چھائیں ہے پر چھائیں سے کب پیار ہوا  
<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

کوئی صورت بھی تو اس چیزیں نہیں یاد آتی  
کیا لمحہ تھا کہ اک عمر کا آزار ہوا  
<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

تجھ سے پہلے تو بہت سادہ و محصول تھا دل  
تجھ سے [کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com) تو کئی پار گنگا ر ہوا

# کتاب گھر کی پیشکش

کیا قیامت ہے کہ جس نے مری دنیا لوٹی  
وہ بھی اقرارِ محبت کا طلبگار ہوا

# کتاب گھر کی پیشکش

نمہ صبح کتاب چھیرا کی تھا سمجھ کیا سمجھے  
سان احساس کا ہر تار شپ <http://www.kitaabghar.com> تار ہوا

# کتاب گھر کی پیشکش

قدو گیسو ہی بے اپنے لئے دارو رسن!  
کوئی منصور تکبی کیوں کی بھی بشرے دار ہوا

<http://www.kitaabghar.com>

سالہا سال میں تھیں کوئی پنچی یہ غزل  
دل وجہ کبھی مائل کبھی بیزار ہوا!!

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

کچھ بھی تو اپنے پاس نہیں مجھ متعاج جاں  
<http://www.kitaabghar.com>

اب اس سے بڑھ کے اور بھی کوئی ہے امتحان  
<http://www.kitaabghar.com>

لکھنے کو لکھتا رہے ہیں [کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com) کی کہانیاں  
لیکن نہ لکھ سکے بھی اپنی ہی داستان  
<http://www.kitaabghar.com>

دل سے دماغ و حلقوہ عرفان سے دار تک  
ہم خود کو ڈھونڈتے ہوئے پہنچے کہاں کہاں  
[کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com)

اس بے وفا پہ بس نہیں چلا <http://www.kitaabghar.com> تو کیا ہوا  
اڑتی رہیں گی اپنے گریبان کی دھیان

ہم خود ہی کرتے رکھتے کیں فتنوں کی پروردش  
آتی نہیں ہے کوئی بکلا ہم <http://www.kitaabghar.com> پناگہاں!

جنگل میں بھیڑیوں سے سوا کون معتبر  
جس کے کپڑ دب سمجھ کی قلمیں جسم و جاں

<http://www.kitaabghar.com>

☆☆☆

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

لَب و رُخَار و جَبَن سے ملنے  
جی نہیں بھرتا کہیں سے ملنے

راہ طلب میں کون کسی کا اپنے بھی بیگانے ہیں  
چاند سے مکھڑے رہک غزال سب جانے پچانے ہیں

یوں نہ کتاب دل کے پیشکش سے ملنے  
آسمان بن کے زمین سے ملنے

تہائی ہی تہائی ہے کیسے کہیں کیسے سمجھائیں  
چشم ولب و رُخَار کہ تہ میں رُزوں کے ویرانے ہیں

گھٹ کے رہ جاتی ہے رسوائی تک  
کیا کسی پودہ نشیں سے ملنے

اُف یہ تلاشِ حسن و حقیقت کس جا نہ ہریں جائیں کہاں  
صحنِ چن میں پھول کھلے ہیں صحرا میں دیوانے ہیں

جی نہ بہلے رم آہو سے تو پھر  
طاڑ سدرہ نشیں سے ملنے

ہم کو سہارے کیا راس آئیں اپنا سہارا ہیں ہم آپ  
خود ہی صحرا خود ہی دوانے شمع نفس پروانے ہیں

بجھ گیا کتاب دل گھر کی تو پیشکش خرابی  
پھر کسی شعلہ جبیں ہے ملنے

اپنے وجود کی مستقی ہے ہم رندوں کے احوال نہ پوچھ  
قدم قدم پچھیر خرد سے نفس نفس میخانے ہیں

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

پال آخر تھک ہار کے یارو ہم نے بھی تسلیم کیا  
اپنی ذات کے عشق ہے سچا باقی سب افسانے ہیں

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

چاہت کی بھی تو ابتدا ہے  
دل میرا جو تجوہ سے بھر گیا ہے

وہ جس کا سایہ گھنا گھنا ہے  
بہت سڑی دھوپ جھیتا ہے

ہر شخص [کتاب گھر کی پیشکش](#) میں اپنی  
یاں کون کسی کا آشنا ہے

ابھی تو میرے [کتاب گھر کی پیشکش](#) ہے تھے  
مگر یہ کس بھنس کی کی صدا ہے

گزرا ہوا حادثہ بھی یارو  
مژ مرتبا کے [ادھر پیشکش](#) دیکھتا ہے

اگر میں چپ ہوں تو سوچتا ہوں  
کوئی تو پوچھے کہ [کتاب گھر کی پیشکش](#) کیا ہے

کب تک سے جائیں گے [گریاں](#)  
دھشت کی ابھی تو ابتدا ہے

مرے لبیوں پر یہ مسکراہٹ  
مگر جو سینے میں درد بسا ہے

سینے میں [کتاب چین گھر کی پیشکش](#) رہی ہے  
کاغذ کسی کی یاد کا [لگا](#)

کوئی شکایت [کتاب گھر نہیں کی پیشکش](#) سے  
کہ شوق اپنا بھی نارسا ہے

جو کچھ نہ طلب کرے کسی سے  
محبوب کو یہ [کتاب گھر کی پیشکش](#) دربا ہے

اسی جگہ کیوں بھلک رہا ہوں  
اگر یہی [کتاب گھر کی پیشکش](#) راستہ ہے

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

کیا غم، ہپ غم کی تیرگی کا  
دل بجھ کے چدائی ہو گیا ہے

ابھی سے کیوں شام ہو رہی ہے  
ابھی تو جینے کا حوصلہ ہے

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# نظم

جگا دیا تھا جسے تیرے اک ستم نے !!  
وہ آرزو میری راتوں کی نیند <http://www.kitaabghar.com> میں بیٹھی  
فریپ پادہ و ساغر بھی جس پہ چل نہ سکا  
جو بار شاپد و نغمہ سے بھی تو دب نہ سکی  
تسلیاں جسے اب آسودگی کی نہ ولے پائیں  
جو ہائے اب کسی پہلو سکون نہیں لیتی  
جگائے جاتی ہے پیغم جگائے جاتی ہے  
خدا گواہ ہے کل سے پلک نہیں جھپٹکی

# کتاب گھر کی پیشکش

ای اداں خلا میں نظر جمائے ہوئے  
کبھی تو بھول گیا ہوں میں اپنی تہائی  
کچھ ایسا جان پڑا ہے ترا نڈھال بدن  
میرے قریب گئی لینے لگا شہ ہے انگڑائی  
مرے بیوں کو دیکھتے ہوئے بیوں کا گداز  
جھبک رہا ہے دکھاتے ہوئے مسیحائی  
سچیلے گیسوں میں کسمائی سی گروں  
دھڑکتے سینے پر گھر کے ذکر اس ڈھلک آئی

مگر یہ کیف میں ڈوبا ہوا ٹلسما خیال  
غم حیات کی آہٹ سے ٹوٹ جاتا ہے  
انوکھے رنگ دکھاتا کی ہوا کش بھی فانوس  
اندھیری رات سے ٹکرا کے ٹوٹ جاتا ہے

ابھی تو دور سے آئی تھی بنسری کی صدا  
دھوں میں ڈوبی ہوئی درود میں نہائی <http://www.kitaabghar.com> ہوئی  
نہ جانے کان میں کیا کہہ گئی کہ یاد آئی!  
کہانی میری کہی اور تری بھلانی ہوئی  
فضا میں تیرتی قازوں کی نہیں جس کو دھرایا  
یہ بازگشت تھی گویا <http://www.kitaabghar.com> سنی ہوئی  
یہ چاہتا ہوں کہ بجھ جائے پر نہیں بجھتی  
بھڑک اٹھی ہے جو آگ اب تری لگائی ہوئی

# کتاب گھر کی پیشکش

یہ جانتا ہوں کہ دھوکا ہے پر نہ جانے کیوں  
ہر اک صدا تری آہٹ ہی بن کے آتی ہے  
کبھی فضا میں لرزتی ہے چوڑیوں کی کھنک  
کبھی ہواں تا میں گھر پا زیب <http://www.kitaabghar.com> مگنگناتی ہے  
کبھی جھجوڑتی ہے بوئے پیرہن کی لپٹ  
تری صدا کبھی کانوں میں کپکپاتی ہے  
کبھی وہ نغموں سے بھر پور تیری سکاری  
مرے خیال تک تاروں کو پیچھیں جاتی ہے

بھرے بھرے سے سلگتے ہوئے حسین رخسار  
پلاتے ہیں میرے ہونٹوں کو اپنی چھلکائی  
نشے میں ڈوبی ہوئی گرفتار کی وہ ادھ کھلی آنکھیں  
چکتی بانہوں کی اللہ رے وہ رعنائی

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

چھلکتی آئے کہ اپنی طلب سے بھی کم آئے  
ہمارے سامنے ساقی پہ ساغرِ حم آئے

کچھ تو تعلق کچھ تو لگاؤ  
میرے دخمن ہی کھلاو

فروغِ آتش گل گئی چمن پیشکش کی خندک ہے  
سلق چینی راتوں کو بھی تو شبتم آئے

دل سا کھلوتا کتاب گھر کی پیشکش آیا ہے  
کھیلو توڑو، جی بھلاو

بس ایک ہم ہی لئے جائیں درسِ عجز و نیاز  
کبھی تو اکڑی ہوئی گردنوں میں بھی خم آئے

کل اغیار میں بیٹھے تھے تم  
ہاں! کوئی کتاب گھر کی پیشکش بناو

جو کارواں میں رہے میرے کارواں کے قریب  
نہ جانے کیوں وہ پلت آئے اور برہم آئے

کون ہے ہم سا چاہئے والا  
اتنا بھی اب دل نہ دکھاؤ

نگارِ صح کے پوچھیں کے، شبِ گزر نے دو  
کہ ظلمتوں سے الجھ کر دہ آئی پا ہم آئے

حسن تھا کتاب جب گھر مسٹور پیشکش حیا میں  
عشق تھا خون دل کا رچاؤ

عجیب بات ہے، کچھ میں لہماۓ کنوں  
پھٹے پانے کے جسموں کے پسچ کے ریشم آئے

حسن بنا جب بہتی گنگا  
عشق کھوا بکاغنگ پیشکش ناؤ!

مسح کون بنے سارے ہاتھ آلوہ  
لہو لہان ہے دھرتی کھاں سے مرہم آئے

شب بھر کتنی راتیں گزریں  
حضرت دل اب ہوش میں آؤ

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

ماں!  
<http://www.kitaabghar.com>

## اک پچھتہاب گھر کی پیشکش

اپنی ماں سے پچھڑ گیا ہے  
<http://www.kitaabghar.com>  
اس میلے میں  
اب کیا ہو گا؟

## کون اسے گھر لے جائے گا پیشکش

جیراں جیراں دیکھ رہا ہے  
<http://www.kitaabghar.com>  
چاروں طرف چہرے ہی چہرے  
وہندے چہرےکیا یہ اس کو پہچانیں گے؟  
کیا یہ اسے گھر تک پہنچا دیں گے؟کوئی نہیں  
<http://www.kitaabghar.com>  
سب اندیکھے انجانے ہیںسہا سہا چیخ رہا ہے  
ماں! کتاب گھر کی پیشکشماں!!  
<http://www.kitaabghar.com>  
ماں!!!

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

التحا  
<http://www.kitaabghar.com>

(بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم)

## کتاب گھر کی پیشکش

میرے آقا میں کس منہ سے در پر ترے حاضری دوں  
<http://www.kitaabghar.com>  
میرے ماتھے پہ اب تک نشانِ عبادت نہیں  
ایک بھی نیک عادت نہیں  
میری جھوٹی گناہوں کی پیشکش ہے  
میرے ہاتھوں کی آلو دگی باعثِ شرم و غیرت بنی  
<http://www.kitaabghar.com>  
میرے آقا میں کس منہ سے در پر ترے حاضری دوں  
پھر بھی آقا مرے پھر بھی مولا مرے  
تیرے در کے سوا اور جاؤں کہاں؟  
ہو اجازت کتاب گھر کی حاضری کی عطا  
میرے آقا میں نادم ہوں اپنی بد عادات پر  
<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

گر وقت کڑی دھوپ ہی بن جائے تو کیا ہو  
وہ پھول سا چہرہ بھی جو کھلائے تو کیا ہو

عشق عرفان کی ابتدا ہے  
حسن منزل نہیں راستہ ہے

موج میں **کتاب گھر کی پیشکش** ہے کہ رفتار  
اے بادہ وشو یوں جو چھلک جائے تو کیا ہو

ذرے ذرے میں سورج **کتاب گھر کی پیشکش** ہے پہاں  
ٹو افق میں کسکے ڈھونڈتا ہے

ڈنے کو چھمی آتی ہے ناگ سی شب تار  
صندل سا پدن بھی جو نہ یاد آئے تو کیا ہو

پھول کی زندگی ایک دن کی  
جانے کس بات **کتاب گھر کی پیشکش** پھولتا ہے

اس بست کی رگ جان کے قریں بھی تو وہی ہے  
واعظ کی سمجھ میں جو یہ آجائے تو کیا ہو

جب سے تم مہرباں ہو گئے ہو  
دل کو دھڑکا سا اک لگ گیا ہے

انگڑائی ہے **کتاب گام کی پیشکش** ایسی ہوئی صہیا  
ایسے میں کوئی پی کے بہک جائے جو کیا ہو

علم و حکمت بگھنے کی وہ **کتاب گھر کی پیشکش** کھلائے  
اب تو وحشت ہی کا آمرا ہے

توبہ بھی کروں اور گھٹائیں بھی نہ اٹھیں  
پر زلف **کتاب گھر کی پیشکش** تو کیا ہو

درو جو مل گیا ہے دوا سے  
اس نے **کتاب گھر کی پیشکش** دوا ہے

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

اے ماہ وشو، گلبدنو، عشوہ طرازو  
تم کو بھی کوئی گر یونہی ترسائے تو کیا ہو

کل یہی راستہ بن نہ جائے  
آج جو صرف اک نقش پا ہے

**کتاب گھر کی پیشکش**

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

یہی ہے خاک نشینوں کی زندگی کی دلیل  
قضا سے دور ہے ذروں کا سکارا جمیل

<http://www.kitaabghar.com>

دکھائی دی تھی جہاں سے گناہ کی منزل!  
ویں ہوئی تھی دلِ ناصبور کی تخلیل

سبھی میں آئے گی تفسیرِ زندگی کیا خاک  
کہ حرفِ شوق ہے ابھال بے دلِ تفصیل

یہ شاہراہ کتاب مجتہد کی ہے، پیشکش آگئی کیسی!  
بجھا سکو تو بجھا دو، شور کی قندیل!

<http://www.kitaabghar.com>

ہزار زیست ہو پائندہ تر مگر اسرار  
اجل نہ ہو تو بنے کون پاہ غم کا کفیل!

[کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com)<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

بجھی بجھی سی ہیں قدیل ہائے بزمِ دماغ  
فردگی نے امنگوں کا ساز چھین لیا

ترپ کے سرد ہوئی گھنگھر و دُن کی نرم صدا  
سیاہیوں میں ستارے سے رقص کرتے ہیں

<http://www.kitaabghar.com>

کبھی شور میں گھلتے کبھی ابھرتے ہیں  
کبھی فضا میں طرزتے ہیں نقری آنجل

کبھی رزمیں پہ پھلتے ہیں سیمگوں بادل  
سیاہیاں کسی گوشے سے دوز آتی ہیں

تجلیات سے کتاب گھر کی پیشکش جاتی ہیں  
سکون بدوسٹ ہے بپھرے ہوئے خیالوں کا

ربابِ ذہن پہ بیجان آفریں نغمہ  
خلا میں ڈوب گئی نغمہ پیشکش کی لے

کہ لاشور کے ہونٹوں پہ تھرھری سی ہے  
حال ہے کہ ملے شب میں زندگی کا سراغ

[کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com)<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

گر رہا ہے تو کسی اور طرح خود کو سنبھال!  
ہاتھ یوں بھی تو نہ پھیلے کہ بنے دست سوال

<http://www.kitaabghar.com>

گھر بناتا تھی اسیری ہی تو کھلانے گا  
خود کو آزاد سمجھتا ہے تو یہ روگ نہ پال

<http://www.kitaabghar.com>

مہ جبینوں نے کسی کام کا چھوڑا نہ ہمیں  
چاند چڑھتا ہے تو بن جاتا ہے جی کا ججال

[کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com)

تحتہ دار ہی بن جائیں گے تیرے شب و روز  
دل کی باتوں کو کبھی عقل کے سانچے میں نہ ڈھال

روح کو جسم پکے گویرانے میں گم رہنے دے  
جی بھٹنے کے لئے کم تو نہیں ہیں خدوخال

اس سن و سال پر نازاں ہو مگر سوچو تو  
وقت کے کپاؤں کی زنجیر نہیں ہیں مہ و سال

<http://www.kitaabghar.com>

تم سمجھتے ہو کہ ہے تحفہ گل میرا جہاں  
وہ گھٹن ہے کہ مجھے سانس بھی لیتا ہے محال

[کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com)

<http://www.kitaabghar.com>

# کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

ذہن سے دل کا بار اترا ہے  
جیہن تار تار اترا ہے

ڈوب جانے کی لذتیں پیشکش پوچھ  
کون ایسے میں پار اترا ہے

<http://www.kitaabghar.com>

ترک میں کر کے بھی بہت پچھتائے  
متوں میں خمار پیشکش اترا ہے

دیکھ کر میرا میرا دشت تھائی  
رُنگ روئے بہار اترا ہے

چھپی شب کتاب چاند گھر میرے پیشکش ساغر میں  
پے باہر پے باہر اترا ہے

پیاسے ہوتوں کی بے خودی کے طفیل  
پھروں میں تاب بھگر کی پیار پیشکش اترا ہے

<http://www.kitaabghar.com>

دل علیہ السلام پر لوگو  
محض روئے یار اترا ہے

[کتاب گھر کی پیشکش](http://www.kitaabghar.com)

<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## سلام

## کتاب گھر کی پیشکش

## غزل

<http://www.kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش  
بانی آبلہ پائی کو سلام  
<http://www.kitaabghar.com>  
سچھے دستِ حاتی کو سلام

نگار شوخ کی نبے باکیوں سے کیا حاصل  
جو دل اداں ہو، رنگینیوں سے کیا حاصل  
<http://www.kitaabghar.com>

اس نے بھی گلگھٹ کی پیشکش لگائی کیا کیا  
میں کی اندوہ ربانی کو سلام  
<http://www.kitaabghar.com>

نہ اب وہ کتاب گھر کی پیشکش گرمی مھفل  
چراغی صبح سمجھ تباہیوں سے کیا حاصل  
<http://www.kitaabghar.com>

پیرہن بھی تو نہ چھوڑے تن پر  
عقل کی عقدہ کشائی کی پیشکش کو سلام  
<http://www.kitaabghar.com>

فُردگی کی قسم عزم لامکاں تک ہے  
نہ پوچھ دوست کہ تباہیوں پیشکش سے کیا حاصل  
<http://www.kitaabghar.com>

کان بجھنے لگے تباہی ہے خوب  
آپ کی نغمہ سرائی کو سلام  
<http://www.kitaabghar.com>

لہو لہو ہے افقِ شام مسْھل (مسْھل) ہے  
تم ہی بتاؤ کہ ان سرخیوں سے کیا حاصل  
<http://www.kitaabghar.com>

راہ دشوار کتاب گھر میں کی پیشکش دشام ملیں  
دور سے راہنمائی کو سلام  
<http://www.kitaabghar.com>

جو بوئے گل کتاب پر نہ ہو ان کی دستی اے دل  
چمن میں ایسی بھی پابندیوں سے کیا حاصل  
<http://www.kitaabghar.com>

## کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

## ساقی نامہ

آٹھی مغرب سے کالی کالی گھٹا تو بہ کیونکر نہ ٹوٹے آج بھلا  
 عصمتیں بے ہراس پھرتی تھیں برق مائے ہوس نہ گرتی تھیں  
 ساقی سیم تن ادھر تو آئے گسن تو کیا کہہ رہی ہے مسٹ ہوا  
 بھوک سے آشنا نہ تھا انہاں زر اگلتی ہوئی زمیں تھی جواں  
 کیسی سرگوشیاں یہیں موسم کی ہائے ایسے میں برق کیوں چمکی  
 کیا اشارہ نہیں یہ پینے کاں کیا نہیں یہ پیام جینے کا  
 لا ادھر لاشراب اے ساقی تیز روا ہے شباب اے ساقی  
 لا پلا دے کہ لڑکھڑا کے تھے ورنہ جانے یہ کہاں جا کے تھے  
 دے مجھے آج بادہ گفام تاکہ بخولے یہ تلخنی ایام  
 ہائے میں کیا کروں کہ یاد نہ آئے کیا کروں میں کہ ابرو باد نہ آئے  
 یہ گھٹائیں، یہ ٹھنڈی ہوا یہ ہواوں میں گوتلوں کی صدا  
 ماضی خفتہ کو جگاتی ہیں سوئی یادوں کو چھیر جاتی ہیں  
 کیا زمانہ تھا، کیا زمانہ تھا تاب ہر زبان پر کل نیا ترانہ تھا  
 یہ زمیں تھی، بہار کا مخزن زندگی کے کچھ اور ہی تھے چلن  
 پنکھوں پر حسین چہلیں تھیں بِ الجمگاتی تھی زندگی کی جیں،  
 بھوک، افلاس، فاقہ ذہن علیل اتنے عنوان ایک ہی تمثیل  
 عصمتیں لتھی ہیں سر بazar آدمیت ہوئی ذلیل و خوار  
 ساقی لا الہ رخ یہ جینا ہے اب تو پینا لہو کا پینا ہے

اب گوارا نہیں عذاب مجھے زہر دے اب نہ دے شراب مجھے

## غزل

## غزل

بات ہی کیا تھی چلے آتے جو پل بھر کے لئے  
یہ بھی اک عمر ہی ہو جاتی مرے گھر کے لئے

لہو سے خود کو سنوارے ہوئے ہیں سندلاں  
صفد کی موت ہے زیپ گلوئے ماہ و شان

بنتکدہ چھوڑ کے آئے تھے پیغمبر میں اے شیخ  
تو ہی انصاف سے کہہ دے اسی پھر کے لئے

نہ کوہن کی رہا اور پیشکش خروی باقی  
ہماری راہ میں حائل ہے اب بھی سنبھال گراں

یوں تو ہیں خاک بسر عرش پر رہتا ہے دماغ  
اوچ شاہی نے قدم ہم سے قلندر کے لئے

ہوا ہے پیر خرابات کا بھی نشہ ہرن  
چلی ہے جب سے حرم میں ہواۓ عشق بجاں

کبھی آنسو کبھی شبہم، کبھی بنتا ہے غبار  
قطرہ پیتاب ہے اس درجہ سمندر کے لئے

نفس میں فروزان ہے مشعلِ جان سوز  
کیا ہے جب سے اسے منزل نظر کا نشان

پھول سے چہارے کی اشکوں نے بڑھا دی زینت  
آخر چاہئے شبہم بھی گل ٹر کے لئے

محبتیں تو لامبے طریقے مل سکتی ہوتیں  
ہمارے ذہن پر طاری تھا خود سری کا دھواں

تیرے کاشانے کی تیر کو کیا نذر کروں  
میری تقدیر کا پھر ہے ترشیش ور کے لئے

جو رات آئی تو آہٹ دکھوں کی ملنے لگی  
غموں کی راہ گزر گہے کہ پیشی کا بکھاں

تحمیں زیخاریں بہت یوسف ثانی تو بنا  
کوئی امت نہ ملی دل سے پیغمبر کے لئے

ابھی بستکتے رہو جسم و جاں کی وادی میں  
تمہارے واسطے آئے کہاں سے سخت روائ

# غزل

# غزل

قفس کی دستاں ہے اور ہم ہیں  
<http://www.kitaabghar.com>  
 اشاروں کی زبان ہے اور ہم ہیں

بہار گریہ شبنم کا راز کیا جانے  
<http://www.kitaabghar.com>  
 یہ اس سے پوچھ کہ دیکھے ہوں جس نے ویرانے

کبھی دیکھا تھا کی پیشکش بھی چراغاں  
 نشیمن کا دھواں ہے اور ہم ہیں  
<http://www.kitaabghar.com>

شریک بزم کتاب لٹھ کی پیشکش ساقی بھی  
 ہر ایک جام سے چھپلے ہزار مے خانے  
<http://www.kitaabghar.com>

پئے مرہم ضروری ہے جراحت  
 صب نشتر زنا ہے کیا وہی پیش  
<http://www.kitaabghar.com>

تمام عالمِ امکاں شراب خانہ ہے  
 یہ اور بات ہے زاہد پیش نہ پہچانے  
<http://www.kitaabghar.com>

کرم ہے یہ بھی میر کاروال کا  
 غبار کاروال ہے اور ہم ہیں  
 شمار زخم کتاب ہائے کر کی دل پیشکش  
 حساب دوستاں ہے اور ہم ہیں  
<http://www.kitaabghar.com>

نہ دیکھا برمے ہوتاؤں پر مہر خاموشی  
 دیئے فریب ہزاروں تری تنانے  
 ہمیں تو ہے کتنے گل گل کی دل پیشکش سے غرض  
 پنانے کفر پڑی کس طرح خدا جانے  
<http://www.kitaabghar.com>

کہانی ختم ہوتی ہے نہ شب ہی  
 وہی مجرمتا بیاں ہے کی پیشکش کو سمجھانے  
<http://www.kitaabghar.com>

بس اتنا یاد ہے اسرار وقت مے نوشی  
 کسی کی یاد بھی آئی تھی مجھے کو سمجھانے

# ایک منظوم پریم کہانی

## شکست طسم

جانے ہو س قماش کے بندے  
آدمی بھی ہو یا نرے رندے  
بات کرتے ہوا حمقوں کی سی  
چال چلتے ہو بخنوں کی سی  
پال کب سے نہیں ترشوائے  
کوئی کہہ کہہ کے دانت منجھوائے  
کیوں نظر آؤ اس طرح مجنون  
گر پریس کر لیا کرو پتلوں  
بولنے پر جو آؤ، چانوکاں  
اور خوشی و کھاتی دے خفغان،  
اپنے فن پر بہت نہ اتراؤ  
آدمی بن کے بھی تو وکھلاو  
فن کو میں سر کی جوں سمجھتی ہوں  
اسکے برداشت تم کواب میں کروں،

آخر ٹوٹ ہی گیا وہ طسم!  
نہ وہ الحڑپناہ وہ گفتار  
کل سے خالا کو ہو گیا ہے بخار  
میں نے ڈالا تھامو لیوں کا اچار  
جس میں بالکل نہیں ہے تیل کی جھار  
جانے کیا یہ تیل ہوتا ہے،  
جانے کس شے کامیل ہوتا ہے،  
پیلی سرسوں کا اب نصیب کہاں  
وہاں آئیل ہو کچھ عجیب بھی،  
اب کہاں وہ کلام زیر لی،  
گالیوں پر ہے پیار کی شہری  
”تم بہت تھڑدے ہوا حق ہو  
کان دھرتے نہیں جوبات کرو

اے طسم خیال کون آیا!  
وہی بونا ساقد وہی رفتار  
وہی الحڑپناہ وہی گفتار  
کپکپاتے ہوئے بیوں پہنی  
ہنستے ہنستے کلام زیر لگتا  
موتیوں کی قطار زیب گلو  
پیرا ہن کی عجیب سی خوشبو  
عارضوں پر وہ بالیوں کا رچاؤ  
کتنا لکش ہے ابر و دل کا تناو  
شوخ سی ایک لٹ ہے ماتھے پر  
پارہ ابر جیسے وقت سحر  
پیرا ہن جیسے لہلہائے چمن  
بھیرویں کی الاپ تھے کہ بدگ  
وہ نہی اور وہ جسم کی بچل  
جیسے لہروں میں ڈالتا ہو کنول

☆ حُمَّه سر ☆